قد افلح من تزکی ۝ وذکر اسم ربہ فصلی ۝

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

## تصوف کیا نہیں؟

تصوف کیا ہے؟ کشف و کرامات کا ظہور ضروری نہیں [illegible] نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے [illegible] کا نام تصوف ہے اور نہ کشف و الہامات کی خبریں دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی مدد کرنے والا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں یہ ٹھیکہ ہے کہ ایک ہی توجہ سے زندگی کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بغیر اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح ہونا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف و سلوک کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

# تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصُولِ رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

(دلائل السّلوک)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

جلد ۱۸ شعبان ۱۴۱۷ھ بمطابق جنوری ۱۹۹۷ء شمارہ نمبر ۶

مدیر:- تاج رحیم ☆ سرکولیشن مینیجر:- رانا جاوید احمد

اس شمارے میں


| | | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| اداریہ تیسرا راستہ ؟ | تاج رحیم | ۳ |
| اسلام - سلامتی کا نظام | مولانا محمد اکرم اعوان | ۴ |
| جاگیرداری نظام | مولانا محمد اکرم اعوان | ۱۲ |
| آئین پاکستان ۷۳ - ۶۲ | ؍ ؍ ؍ ؍ | ۱۸ |
| عبادت ذریعۂ بندگی | مولانا محمد اکرم اعوان | ۱۳ |
| نبی کریمؐ کا تصور معاشرتی بہبود | ڈاکٹر لیاقت علی نیازی | ۳۱ |
| سوال و جواب | مولانا محمد اکرم اعوان | ۳۸ |


ماہنامہ المرشد - ادبیئیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور - ۲۰۰۷ ☆

ناشر :- پروفیسر حافظ عبد الرزاق ☆ فون نمبر ۵۱۸۰۴۶۷

انتخاب جدید پریس، لاہور فون: 6314365

ماہنامہ **المرشد**

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: تاج رحیم


## بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

| | سالانہ | تاحیات |
|---|---|---|
| پاکستان | ۱۶۵ روپے | ۲۵۰۰ روپے |
| **غیر ملکی** | | |
| سری لنکا بھارت بنگلہ دیش | ۴۰۰ روپے | ۴۰۰۰ روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | ۹۰ سعودی ریال | ۷۰۰ سعودی ریال |
| برطانیہ اور یورپ | ۲۵ سٹرلنگ پونڈ | ۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ |
| امریکہ | ۴۵ امریکن ڈالر | ۱۳۰۰ امریکن ڈالر |
| کینیڈا | ۵۰ امریکن ڈالر | ۱۳۵۰ امریکن ڈالر |

# تیسرا راستہ؟

وائرس غالباً" ابلیس کے جسم سے پیدا ایک ایسا جاندار مخلوق ہے جو دوسرے جاندار مخلوق میں امراض اور اموات کا سبب تو بنتا ہے لیکن خود وہ فطری موت سے آزاد ہے۔ یعنی وائرس کو قدرتی موت نہیں آتی وہ دوسرے جاندار کے جسم میں تحلیل ہو کر ہر حال میں پھلتا پھولتا اور زندہ رہتا ہے اور مخلوق خدا میں اذیت اور موت پھیلاتا رہتا ہے۔ تاوقتیکہ اسے کوئی حادثاتی موت آ جائے یعنی کسی کیمیکل دوا کے ذریعے یا آگ میں جلا دیا جائے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق ان دو ذرائع کے علاوہ وائرس کی موت ممکن نہیں۔

اس وطن عزیز کی بیمار قوم کی تمام معاشی' معاشرتی اور سیاسی بیماریوں کی اذیت کا سبب بھی وائرس نسل کی ایک مخلوق ہے جس کا اصطلاحی نام جاگیردار یا فیوڈلزم ہے۔ فیوڈلزم کے وائرس سے قوم کو جو مرض لاحق ہے اس کے علاج کے لئے الیکشن کی جو دوا اس لاغر مریض کو بار بار پلائی گئی اس سے مرض کا جانا تو کجا' وائرس موٹا تازہ اور پھیلتا گیا۔ ان پچاس سالوں میں فیوڈل ازم کی قوت دفاع اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اب کوئی بھی دوا اس پر اثر کرتے نظر نہیں آتی۔ اس لئے بھی کہ اب تو قوم حالت نزع تک آن پہنچی ہے۔ اس بار کا الیکشن شاید اس قوم کی آخری سسکی ثابت ہو۔

اب تو کسی مہلک ترین کیمیکل دوا کے ذریعے بھی فیوڈل ازم کی موت ناممکن ہو چکی ہے۔ ہمارے اصلاح پسند قائدین کی تحریکیں' تحریریں' تقریریں' جلسے جلوس اور دھرنے محض خوش خیال تصوراتی دعاؤں سے زیادہ کچھ نہیں اور بے عمل دعاؤں سے موت کے ٹلنے کا امکان ناممکن ہے۔ کاش کہ مرض کی صحیح تشخیص بروقت کر دی جاتی اور درست کیمیکل دواؤں کے ساتھ ساتھ باعمل دعاؤں کا طریقہ کار بھی استعمال کیا جاتا تو ممکن تھا کہ بغیر کسی اذیت کے فیوڈل ازم کا وائرس پھلنے پھولنے سے پہلے ہی مر جاتا اور آج ہم ایک صحت مند اور خوشحال قوم کی حیثیت سے اس خطہ زمین پر زندہ ہوتے۔

تاریخ کے اوراق پڑھ کر دیکھئے امریکہ بھی سول وار کے بغیر فیوڈل ازم کو ختم نہ کر سکا۔ فرانس میں بڑا خون خرابا ہوا۔ روس میں صرف خون خرابا ہی نہیں ہوا' انقلابیوں نے ساتھ میں تمام مذاہب کو بھی روند ڈالا۔ البتہ برطانیہ' جاپان اور بھارت تاریخ کی ایسی مثالیں ہیں جہاں بروقت صحیح سوچ' صحیح پلاننگ' اور صحیح دوا کے ذریعے فیوڈل ازم کے وائرس کو ختم کر دیا گیا۔ ہم نے تو ان تاریخی مثالوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اب ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اپنی اور اپنی پوری قوم کی موت کا یا فرانس و روس کے نقش قدم پر چلنے کا؟ دونوں راستے تباہی کے ہیں۔ کوئی ہے تیسرا راستہ دکھانے والا؟

تاج رحیم

# اسلام - سلامتی کا نظام

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ آیتہ مبارکہ جس طرح مومن کو ہر چیز کی ابتداء کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس آیتہ مبارکہ سے اللہ کا نام لے اور برکت حاصل کرے اس طرح سے یہ آیتہ مبارکہ اسلام کا مکمل تعارف بھی ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہم اسلام نافذ کیوں نہیں کرتے یا ہم اسلام اپناتے کیوں نہیں یا ملک میں اسلامی قانون رائج کیوں نہیں ہوتا مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم اسلام سے واقف نہیں ہیں۔ ہر آدمی نے اپنی پسند سے کچھ جزئیات کو کچھ نظریات کو کچھ باتوں کو اسلام بنا لیا ہے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں اسلام ایسا ہے جیسے اندھوں میں ہاتھی کوئی چار پانچ اندھے تھے تو کسی نے ہاتھی کی ٹانگ ٹٹولی کسی کے ہاتھ میں اس کی سونڈ لگی کسی نے اس کا دم پکڑا کسی کے ہاتھ اس کے کان پر لگے تو جب پوچھا جاتا ہاتھی کیسا ہوتا ہے تو وہ اپنی اپنی تعبیر بتاتے کوئی کہتا ستون کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرا کہتا جھوٹ بولتے ہو سانپ کی طرح ہوا ہے تیسرا کہتا وہ تو پنکھے سے ہوتے ہیں چھاج سے ہوتے ہیں جو جو جس کے ہاتھ لگا تھا۔

ہماری بد نصیبی بھی یہ ہے کہ ہم نے جزئیات اور فروعات یا اگر اصول بھی ہیں تو چند باتوں کو اسلام سمجھ لیا ہے اور ہم میں سے ہر ایک اس پر زور دیتا ہے کہ یہی اسلام ہے اور یہ ہونا چاہئے۔

اسلام کا حقیقی تعارف اس کی اصل پہچان ہمارے ہاتھ سے چھوٹ رہی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ کافر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے وہ نعرے استعمال کرتے ہیں۔ جن باتوں کے کرنے کا حکم اسلام نے دیا ہے اس لئے نہیں کہ وہ واقعی ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ نعرے انسانی مزاج اور انسانی طلب کے مطابق ہیں اور ہر بندہ ویسا چاہتا ہے مثلاً حقوق انسانی کا تحفظ۔ اب دنیا میں کافر طاقتیں یا مغربی طاقتیں یورپ اور امریکہ سمیت سارے حقوق انسانی کی تنظیمیں بناتی ہیں حقوق انسانی کے تحفظ کی بات کرتی ہیں نعرہ یہ ہوتا ہے۔ عملاً دیکھا جائے تو ساری دنیا کے حقوق سلب کرنے پہ تلی ہوئی ہیں۔ ہر ملک کو اپنی کالونی بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ ہر ملک میں فساد ڈلوا کر اپنا اسلحہ بیچنے کے اس پروگرام پہ عمل کر رہے ہیں۔ یعنی عملاً دیکھا جائے تو وہ بالکل اس کے خلاف کرتے ہیں لیکن جب بات کرتے ہیں تو انسانی حقوق کے تحفظ کی ہو گی جب بات کرتے ہیں تو انسان کی رائے کے احترام کی ہو گی اور اسے جمہوریت کا نام دیں گے لیکن جب وہ جمہوریت عملی صورت اختیار کرے گی تو وہ ڈکٹیٹر شپ کی بھی بدترین شکل اختیار کر جاتی ہے اور جن لوگوں کو جمہوری ممالک کے باشندے کہا جاتا

ہے۔ وہ بے چارے عہد غلامی سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں چونکہ عہد غلامی میں یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کے حقوق سلب ہو جاتے اور وہ غلام کہلاتے لیکن اس کے بدلے انہیں کھانے پینے رہائش اور لباس یا بیماری علاج کی فکر نہیں ہوتی تھی۔ وہ مالک کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ انہیں اس عہد غلامی میں غلاموں کو بھی کھانے پینے کی لباس کی رہائش کی اور علاج کی سہولتیں میسر تھیں اور وہ مالک کی ذمہ داری تھی۔

اب اس دور کا جو غلامی کا نظام ہے یہ اتنا بدتر ہے کہ اس نے انسانوں کو کمہار کا گدھا بنا دیا۔ خرکار جو عام استعمال کے لئے گدھے رکھتے ہیں ان کے کھانے اور اس کی رہائش کی فکر نہیں کرتے دن بھر ان پر بوجھ لادتے ہیں اور شام کو ڈنڈا مار کر بھگا دیتے ہیں کہ وہ کہیں گندگی کے ڈھیر سے کہیں اروڑی سے کسی کا فصل چر کر کہیں گلیوں میں پھر کر اپنا پیٹ بھر لیں۔ صبح پھر اسے پکڑ کر وہ اسے اپنا بوجھ لادنا شروع کر دیتے ہیں تو عام آدمی کو اس مغربی جمہوریت نے خرکار کا گدھا بنا دیا ہے کہ کام تو کرے کسی کے لئے پیٹھ توڑے کسی کے لئے محنت کرے امراء کے لئے اور اپنی نان شبینہ کے لئے مارا مارا پھرتا ہو۔ وہ اس کی اپنی ذمہ داری ہے وہ جی سکتا ہے جیسے مرجائے تو اور بتیرے ہیں۔

اس سارے افراتفری کے عالم میں ایک عام آدمی لپکتا ہے اس طرف جہاں سے بھی کوئی اسے اسلام کا نام یا اسلام کا نعرہ سنتا ہے یہ تکلف کوئی بھی نہیں کرتا کہ حقیقتاً" اسلام ہے کیا۔ اگر یہ بات عام آدمیوں کو ذہن نشین کرائی جائے تو پھر نعرہ لگانے والوں پر بھی چیک آ جاتا ہے وہ لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے۔ اسلام کی بنیاد سلامتی پر ہے۔ س ل اور م یہ سہ حرفی مرکب ہے۔ جس سے اسلام بھی بنا یہی سہ حرفی مرکب بسم اللہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے سلامتی بنتی ہے یہی مادہ ان سب امور کا ہے یعنی اسلام کیا ہے اسلام اللہ کی مخلوق کو سلامتی سے ہم کنار کرنے کا نام ہے۔ سب سے بڑی بات کہ بندوں پر بندوں کا جو بوجھ تھا بندوں پر بندوں کی خدائی جو مسلط تھی بندوں پر بندے جو فرعون بنے بیٹھے تھے سب سے پہلے اسلام نے انہیں للکارا اور ہر بندے کو اللہ کا بندہ قرار دیا کوئی بندہ کسی بندے کا بندہ نہیں ہے ہر بندہ خود بندہ ہے۔

ایک سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے میں تھا تو وہاں ایک نوجوان مقرر تھا فوجی افسر سیکنڈ لیفٹیننٹ تھا۔ فوج ہی کا فنکشن تھا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اس نے اپنی باری پر جو تقریر کی اس میں اس نے ایک بات کہی وہ میں ہمیشہ اس کے حوالے سے کوٹ کیا کرتا ہوں اس نے بہت لطف دیا مجھے۔ وہ دلائل پیش کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کے تو اس نے ایک دلیل یہ پیش کی کہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ بندے بندوں کی پوجا کرنے کے عادی تھے کوئی بندے میں خدا کا نزول مانتا تھا کوئی بندے کو خدا کا اوتار مانتا تھا کوئی بندے کو دیوتا مانتا تھا اور بندوں ہی کے بت بنا کر پوجتے تھے کوئی یوگا والوں کی پرتش کرتا تھا کوئی نجومیوں کی پوجا کرتا تھا کوئی جنات کے عاملوں کی پوجا کرتا تھا اس زمانے میں اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام جیسی عظیم ہستی اپنی عبادت کی دعوت دیتی اور اہل مکہ کو کہتے کہ مجھے سجدہ کرو تو ممکن نہیں تھا کہ کوئی انکار کرتا جو احترام اہل مکہ کے دلوں میں تھا۔ جس طرح آپ کو سچا اور صادق مانتے تھے امین مانتے تھے۔ انہیں شاید اس میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ کرتے کہ میرے وجود میں اللہ کا نزول ہے اور میں خدا کا مظہر ہوں تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرتا عجیب بات یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام آدمی کو پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیتے اور فرماتے جیسا تو اللہ کا بندہ ہے ویسا میں اللہ کا بندہ ہوں تیرے لئے بھی اللہ کو ایسے ہی سجدہ کرنا لازم ہے اورمیرے لئے بھی ویسا ہی لازم اور ضروری ہے تو بھی

سجدہ کر اور خود بھی اس کے ساتھ اپنی پیشانی انور اللہ کے حضور زمین پر رکھ دیتے۔ اگر نبی نہ ہوتے تو اپنی خدائی کا اعلان فرماتے یہ نبوت کی صداقت تھی اور یہی بات کفار کے بڑے بڑے جو فرعون بنے ہوئے تھے وہ سمجھ نہ سکے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک غریب فقیر نادار مفلس غلام ابن غلام وہ ہمارے جیسا بندہ کیسے ہو گیا ہم اور طرح کے بندے ہیں وہ اور طرح کا بندہ ہے ہم آقاہیں وہ غلام ہے ہم مالک ہیں ہم طاقتور ہیں وہ کمزور ہے وہ محتاج ہے وہ فقیر ہے تو اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وزیر امیر سلطان صدر پیر فقیر بزرگ ولی عالم مولوی رہنما سیاست دان سرکاری افسراسکی بارگاہ میں سارے بندے ہیں اور کسی کو کسی دوسرے کو اپنے آستاں پہ جھکانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ انسان کا سر صرف اس کے مالک اور معبود کے آگے جھکے گا۔ باقی سب کے مناسب اپنے ہیں احترام اپنا ہے۔ فرائض اپنے ہیں لیکن ہر ذمہ دار کی ذمہ داری کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ انسانی سلامتی کا تحفظ کرتا ہو اب اس سلامتی کے تحفظ میں وہ ساری باتیں آجاتی ہیں۔

میں نے ایک جمعہ پڑھا یا مغربی امریکہ کی ایک ریاست میں وہ سارا ایریا کسی زمانے میں ریڈ انڈین کا تھا اب وہ کافی دیہاتی قسم کا علاقہ ہے تو میری تقریر کا موضوع تھا کہ اسلام محبت کا مذہب ہے بعد میں جو سوال جواب ہوئے کچھ لوگ غیر مسلم بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ مسلمانوں نے تو ساری دنیا فتح کر ڈالی ۔ ہر طرف مسلمانوں کی فوجیں چڑھ دوڑیں یہ کیسی سلامتی ہے۔ میں نے کہا اگر آپ انصاف کے ساتھ تاریخ کو دیکھیں تو مسلمان افواج وہاں گئیں جہاں کے حکمران لوگوں کو اپنا بندہ بنا کر ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اور جب مسلمان پہنچے تو عام انسان کو ظلم سے نجات دلا دی اور اسے انصاف مہیا کیا بغیر اس جبر کے کہ اسے کہا جائے کہ تم مسلمان ہو تب تمہاری مدد کریں گے تو کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا۔ آپ کو پوری تاریخ میں کسی بوڑھے کی آہ کسی عورت کی چیخ اور کسی بچے کا رونا نظر نہیں آتا بلکہ کافروں کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا تاریخی اعتبار سے تو مسلمانوں کے زیرِ نگیں آکر اور ظلم سے کسی کو بچانا اس کے لئے خواہ اپنی جان دینی پڑے۔ اپنے سینے پہ گھاؤ کھانا پڑے اپنا سینہ شق کرنا پڑے۔ اپنے بیٹے قربان کرنے پڑیں۔ دوسروں کو ظلم سے بچانے کے لئے اس سے بڑا سلامتی کا دعویٰ دار کون ہو گا۔ مسلمانوں کی تاریخ میں تو یہ ہے کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا غیر مسلموں سے انہوں نے جزیہ لے لیا کچھ عرصہ بعد جنگ کا پانسہ پلٹا۔ مسلمانوں کو وہ شہر خالی کرنا پڑا تو سالار لشکر نے حکم دیا مسلمان لشکر کو کہ شہر خالی کر کے نکل جاؤ لیکن ساتھ جو عالم تھے انہوں نے روک لیا۔ انہوں نے کہا آپ نہیں جا سکتے۔ آپ نے اس شہر کے رہنے والوں سے جزیہ لیا۔ جزیے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ تم یہ ٹیکس دو اور ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اگر نہیں کر سکتے تو پہلے ان کو وہ ساری رقم لوٹائیں اور ایک ایک آدمی کو اس کا جزیہ واپس کر کے یہ بتائیں کہ ہم شہر خالی کر رہے ہیں اور آپ اپنی حفاظت کے ذمہ دار خود ہیں۔ جو ٹیکس آپ نے ہمیں دیا تھا۔ وہ یہ ہے اس کے بعد آپ شہر خالی کر سکتے ہیں چنانچہ سالار لشکر نے سپاہیوں کی تنخواہیں روک دیں اور ذمیوں کا جزیہ لوٹایا گیا۔ یعنی کسی غیر مسلم کو بھی جو اسلام کے زیرِ نگیں ہو سلامتی میسر کرنا یہ اسلام کی بنیاد ہے یہ اسلام نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پہ لگا دیں۔ یہ اسلام نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کے گھر جلانے پہ لوگوں کو لگا دیں یہ اسلام نہیں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا جائے بلکہ مسلمان کے لئے تو جو پہچان آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے دی وہ بڑی سادہ ہے۔

فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے بھی اور جس کے ہاتھ سے بھی دوسرا مسلمان محفوظ رہے کسی کے ساتھ ظلم نہ کرے۔ زیادتی نہ کرے چہ جائیکہ قتل عام کرے۔ لوٹے' ڈاکے ڈالے اور اس پر وہ دین کا لیبل لگا لے۔ یہ بات شاید ہم میں سے کسی کو پسند نہیں ہے ہم اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں۔ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے لیکن اگر ہم کسی کے حقوق دبا رہے ہیں ایک امیر آدمی کے پاس ایک ملازم ہے مگر اسکی تنخواہ نہیں دیتا۔ اسے یہ اسلام پسند نہیں جو اسے کان سے پکڑ کر کہے کہ یہ بھی انسان ہے یہ محبت کرتا ہے۔ اس کی مزدوری بروقت ادا کرو۔ یہ اسلام اسے نہیں چاہئے ہاں وہ اسلام اسے چاہئے کہ وہ پیسے اس کے ٹرک سے پولیس والے لیتے ہیں۔ وہ انہیں نہیں لینے چاہیں اس اسلام کے لئے وہ تیار ہے اس اسلام کے لئے وہ آمادہ ہے کہ جی میری گاڑی روک کر پولیس والے پیسے لے لیتے ہیں۔ میری گاڑی پر حکومت نے ٹیکس لگا دیا یہ ظلم ہے لیکن جو اس کی گاڑی پہ مزدوری کرتا ہے جو اس کے ساتھ کلینر ہے اس کا جو اسسٹنٹ ہے۔ اس کے جو پیسے خود مار لیتا ہے اس کے لئے اسلام پر آمادہ نہیں ہے اگر ہم تجزیہ کریں تو ہم سب کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی اپنی جگہ پر حقوق غصب کر رکھے ہیں اور حقوق غصب کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کسی کا حق ہم چھین لیتے ہیں۔ ایک سب سے زیادہ خطرناک طریقہ یہ ہے کہ جب ہم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتے تو ایک فرد کی جو ڈیوٹی یا فرض ہوتا ہے وہ دوسرے کے حقوق کا ضامن ہوتا ہے۔ اب ایک ڈاکٹر ہڑتال پہ جاتا ہے کتنے مریض لا علاج رہ جاتے ہیں۔ ایک کلرک ایک دفتری ہڑتال کرتا ہے۔ کتنے لوگوں کے کام رک جاتے ہیں اب وہ خفا حکومت سے ہے سزا عام آدمی کو دے رہا ہے ڈاکٹر ناراض حکومت سے ہے یا اسے تکلیف حاکم کے خلاف ہے سزا مریضوں کو مل رہی ہے۔ یہ کوئی بھی کام اسلامی نہیں ہے اور یہ کوئی بھی اسلام نہیں ہے یہ بھی اسلام نہیں ہے کہ آپ دس لوگوں کو اٹھا کر سڑک پر لے آئیں اور حکومت کے خلاف نعرے لگوائیں پولیس گولی چلائے اور آپ پانچ دس بندے مروا کر نعرے لگا کر خود گھر چلے جائیں اور کوئی پرسان حال نہ ہو کہ ان کی بیوگان کہاں گئیں یا ان کے کوئی بوڑھے والدین تھے وہ کیا ہوئے یا ان کے کوئی چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ ان کا کیا ہوا آپ کا ایک دن کا سیاسی نعرہ بازی ہو جائے اور شابا شابا ہو جائے مرنے والے مر گئے اور تباہی ہونی تھی خاندان تباہ ہو گئے آپ اپنی سیاست چمکاتے رہیں یہ اسلام نہیں ہے اور جن باتوں کی جن جلسوں کی بنیاد اس بات پر ہے جو خود غیر اسلامی ہیں ان سے نفاذ اسلام کی توقع کیا رکھی جا سکتی ہے۔ حکومت سے تو خیر ہمیں ہمیشہ شکوہ ہوتا ہے اور کچھ حکومتیں بھی ہماری بدقسمتی کی ذمہ دار ہیں۔

عجیب ملک ہے جس میں ہمیشہ بے دین بدکار چور اور بددیانت لوگ حکمران بنتے ہیں یہ ہماری تاریخ ہے کوئی حکمران ایسا نہیں ہے کہ جو گارڈ کے بغیر حکومت سے نکلے تو جیل کے باہر زندہ رہ سکے۔ یا ملک چھوڑ جاتے ہیں یا جیل میں چلے جاتے ہیں۔ یا مقدمے بھگتتے رہتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ جیل سے تخت پہ آجاتے ہیں اور تخت سے جیل میں چلے جاتے ہیں ایک خاص کیٹگری کے لوگ ہیں وہ جیل میں رہیں تب بھی حکمران ہیں تخت پہ آجائیں تب بھی حکمران ہیں اور کوئی دوسرا وہاں نہیں آجا سکتا ایک خاص طبقہ بن گیا ہے یہ ہماری بدقسمتی ہے لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ کبھی کسی حکومت میں ہمیں یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ الحمد اللہ گزارا ہو رہا ہے یا مناسب ہے تکلیف وہ سہی لیکن اچھے لوگ ہیں جتنا شور آج موجودہ حکومت کے خلاف ہو رہا ہے اس سے زیادہ نواز شریف کی حکومت کے خلاف ہو رہا تھا اور جو باتیں آج کہی جا رہی

ہیں آصف زرداری صاحب پیسے لے گئے فلاں لے گیا اس وقت کہا جاتا کہ جی شہباز شریف بوریاں بھر کے پیسے لے رہا ہے فلاں لے رہا ہے بالکل وہی کہانی وہی قصہ دہرایا جاتا ہے ان سے پہلی حکومت میں بے نظیر کے ساتھ یہی تھا اس سے پہلے یہی تھا اگر کچھ بھی عرصہ دو چار سال خاموشی سے بیتے تو ہر بار مارشل لاء تھا وہ خواہ فوجیوں کے یا مارشل لاء کے رعب سے کوئی نہیں بولا یا اس میں شاید قدرے کچھ کم بد دیانتی ہوئی ہو بہرحال جو بھی سبب تھا جتنا عرصہ ملک پر مارشل لاء رہا اس میں جو دن گزرے وہ شاید پر سکون تھے باقی ہر حکومت کے خلاف ہمارے ایجی ٹیشن اسی طرح رہے جس طرح آج ہو رہے ہیں پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو حکمران کل آئیں گے ان کے خلاف ہم احتجاج نہیں کریں گے اور جلوس نہیں نکالیں گے اور لوگ نہیں مریں گے لوگ مرتے رہیں گھر جلتے رہیں تباہی ہوتی رہے گی اسلام اسلام کا نعرہ بھی لگتا رہے گا یار یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے اسلام کی بنیاد ہی سلامتی پر ہے حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ۔

قرآن حکیم کا دل ہے سورۃ یٰسین علمائے تفسیر اکثر لکھتے ہیں کہ سورۃ یٰسین قرآن حکیم کا دل ہے حاصل ہے خلاصہ ہے اور قل شریف اور قل ہو اللہ احد والی سورۃ جو ہے یہ سورۃ یٰسین کا بھی حاصل ہے خلاصہ ہے اور اس کا حاصل ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور اس بسم اللہ الرحمن الرحیم کا حاصل بھی اس کی پہلی (ب) ہے سارا اسلام اس ب میں موجود ہے یہ ب جو ہے اسے عربی میں کہتے ہیں (با تلبس) بائے تلبس یعنی وہ ب جو دوسرے کے ساتھ اس کو ملا دیتی ہے التباس پیدا کر دیتی ہے اسلام سارے کا سارا یہ ہے کہ بندے کو خالق حقیقی کے ساتھ ملبتس کر دیا جائے ملا دیا جائے بندہ خدا کا بندہ رہے بندوں کا بندہ نہ رہے جو حقوق اسے اللہ نے دیئے ہیں وہ اللہ کے لئے اپنے فرائض پورے کرے۔

انتظامیہ کا حکومت کی مشینری کا صرف یہ کام رہ جاتا ہے کہ کوئی فرائض میں کوتاہی کرتا ہے اسے تنبیہ کرے کسی کے حقوق اسے نہیں مل رہے تو اس تک اس کے حقوق کی ترسیل کا اہتمام کرے۔

اسی لئے اسلام نے اپنی بنیاد میں قہرو جبر کی بات نہیں کی اللہ کے عذاب کی بات نہیں کی آخرت کی جہنم کی بات نہیں کی عذاب قبر کی بات نہیں کی بلکہ بنیاد رکھی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اللہ وہ ہے جو بے حد بے حساب رحم کرنے والا ہے الرحمن جس کی رحمت کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں ہے لامحدود رحمت ہے جس کی الرحیم بہت ہی مہربان ہے رحمن اور رحیم دونوں کا مادہ رحمت ہے وہ لفظ کیوں لائے گئے اسلام کے رحمت کے اپنے انداز ہیں جرم کو کھلی چھٹی نہیں دیتا بلکہ بھلائی کے ساتھ تعاون کرنا حقوق کا تحفظ کرنا یہ رحمت ہے اور جہاں کوئی دوسرے کے حقوق چھین رہا ہو وہاں بنوک شمشیر روک دینا بھی رحمت ہے الرحمن اس میں وسعت ہے لیکن دوام نہیں ہے عربی میں اس وزن پہ یہ فعلان کے وزن پر ہے فعلان اور جتنے الفاظ اس وزن پہ آتے ہیں ان میں وہ وقتی ہوتے ہیں دائمی نہیں ہوتے جیسے اس وزن پہ آئے گا عطشان پیاسا غضبان غصے میں آیا ہوا اب یہ ایسے اوصاف ہیں جن میں دوام نہیں ہے پیاسا تب تک پیاسا ہے جب تک پانی نہیں ملتا غصے میں آیا ہوا تب تک ہے جب تک اس کا غصہ رفع نہیں ہو جاتا لیکن یہ علی الدوام نہیں رہیں گے الرحمن بے پناہ وسعت ہے اس کی رحمت میں لیکن ہمیشہ نہیں ہے جہاں کوئی اس کے غضب کو للکارے گا پھر وہاں رحمت نہیں وہاں غضب کا ظہور ہوگا یعنی اس کی رحمت بے حساب ہے لیکن تب تک جب تک کوئی اس کے غضب میں چھلانگ نہ لگائے اگر کوئی غضب میں کودے گا تو پھر اسے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا یہ بنیاد ہے اسلام کی کہ جہاں تک کوئی اپنے فرائض صحیح ادا کرتا ہے وہاں تک اس کے

حقوق اسے پہنچائے جائیں جہاں کسی کا حق چھینا جاتا ہے وہاں اسے اُس کا حق پہنچایا جائے اور سلامتی کی ضمانت دی جائے لیکن اگر کوئی فرض میں کوتاہی کرتا ہے یا دوسرے کے حقوق پہ ڈاکہ ڈالتا ہے تو پھر اس کو روکا جائے گا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ برائی کو روکو اگر تم بنوک شمشیر روکنے پر قادر ہو تو بنوک شمشیر روکو یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے اگر تم اس پوزیشن میں نہیں ہو کہ نبوک شمشیر روک سکو لیکن زبان سے کہہ سکتے ہو تو زبان سے برائی کو روکنے کی بات کرو اگر تم زبان سے بھی نہیں روک سکتے اتنے کمزور ہو تو پھر کم ازکم وہاں سے خود کو الگ کر لو اس برائی سے اس بری مجلس سے اس برے کام سے اس برے معاشرے سے خود الگ ہو جاؤ اور یہ تمہارا الگ ہو جانا جو ہے ذالک اضعف الایمان۔ سب سے کمزور ایمان یہ ہے جو خود کو الگ بھی نہیں کر سکتا اس کا مطلب ہے خود اس میں بھی ایمان نہیں ہے اگر اس حدیث پاک کو سامنے رکھا جائے تو بڑے واضح اور بالکل روشن بالکل دن کی طرح روشن بیان کر دیتی ہے کہ اگر کوئی برائی یا برے ظالم معاشرے سے خود کو الگ بھی نہیں کرتا ظالموں کو روکنا اعلیٰ درجے کا اسلام ہے ظلم کے خلاف بات کرنا دوسرا درجہ ہے یہ بھی نہیں کر سکتا تو کم ازکم اپنی ذات کو اس ظلم اور زیادتی سے الگ کرلے اگر یہ بھی نہیں کرتا تو خود اس میں بھی ایمان نہیں ہے پھر اسلام کون نافذ کرے گا۔

آج ہم سنتے تو ہیں ہمارے سیاسی لیڈر میاں نواز شریف کا اعلان تھا کہ ہم نظام خلافت راشدہ لائیں گے لیکن نظام خلافت راشدہ کون لائے گا شیخ رشید لائیں گے باشی خان لائیں گے یعنی آپ اپنی ٹیم دیکھیں آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان کو دیکھیں آپ ان کے علم ان کے عمل کو دیکھیں جو لوگ حکومت میں رہ کر بھی جوئے کے اڈے چلاتے ہیں جو لوگ اقتدار میں رہ کر بھی مائیکل جیکسن کو لانے کی باتیں کرتے ہیں وہ نظام خلافت راشدہ کہاں سے لائیں گے نظام خلافت راشدہ لانے کے لئے تو تمہیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جن میں خلفائے راشدین کے اوصاف پائے جاتے ہوں اور یہ ایک اصول ہے علمائے تفسیر لکھتے ہیں کہ کوئی بھی گھر کوئی بھی خاندان اسلامی نقطہ نظر سے اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اچھا ہے خوشحال ہے دنیوی اعتبار سے بھی دینی اعتبار سے بھی اخروی اعتبار سے بھی تو اس خاندان کے خوش حال ہونے کے لئے چار اشخاص کی ضرورت ہے جن میں ایک ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے کے اوصاف پائے جاتے ہوں دوسرے میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے خصائل ہوں تیسرے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کی عادات ہوں اور چوتھے میں حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم کی فراست ہو اس چار طرح کے لوگ موجود ہوں جس خاندان میں وہ دنیوی اعتبار سے خوشحال گھرانہ ہوگا اگر اس طرح کے چار قسم کے اوصاف کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا اس کے گرد جمع ہونے والے ہر شخص کو سلامتی ملے گی۔ اگر کوئی نفاذ اسلام کی بات کرتا ہے تو اس کی سیاسی جماعت میں اس کی ٹیم میں اس کے لوگوں میں ان چار اوصاف کی ضرورت ہے بنیادی طور پر اور ہم دیکھ کر بتائیں تو سہی کہ وہ ہیں کس میں۔

پھر جس طرح امریکہ تحفظ حقوق انسانی کی بات کرتا ہے ارے کتنی عجیب بات ہے کہ تحفظ حقوق انسانی کا نعرہ لگانے والا ملک جو ہے آج کی دنیا میں آج کے دور میں دنیا کے ایک سواڑتیں ممالک میں جنگ ہو رہی ہے خانہ جنگی ہو رہی ہے اور وہ ایک سواڑتیں ممالک سارا اسلحہ امریکہ سے لے رہے ہیں جنہیں رشیہ دے رہا ہے یا جو کہیں اور سے لے رہے ہیں ان کی بات میں نہیں کر رہا میں صرف ان ممالک کی بات کر رہا ہوں جہاں امریکہ اسلحہ سپلائی کرتا ہے اور امریکن اسلحہ سے ایک

دوسرے کے گلے لوگ کاٹتے ہیں اور امریکہ اس سے پیسہ کماتا ہے اس جنگ کو ہوا دیتا ہے اسے جاری رکھنے پہ مصر ہے انہیں ٹھیک نہیں ہونے دیتا ان ممالک کی تعداد اس وقت ایک سواڑتیں ہے کردار یہ ہے اور نعرہ ہے تحفظ حقوق انسانی کا بلکہ بڑا ماٹو ان کی وائلڈ لائف کا پچھلے دنوں آرہا تھا SAVE THE WILD LIFE تو میں نے کہا آپ کا جملہ ادھورا ہے اسے مکمل کر دو DISTROY THE HOMAN BEING انسانوں کو تباہ کرو اور جانوروں کا تحفظ کرو یہ تو خیر کافر معاشرے کی بات ہے کہ انہوں نے وہ نعرے چرالیے جو کام کر کے اسلام نے دکھائے تھے اور جو ہر آدمی کے دل کی آواز ہوتی ہے اس سے لوگوں کو بلیک میل کیا لیکن وہ کافر تھے زیادتی تو یہ ہے کہ کلمہ گو بھی اسلام کو نعرے کے طور پر استعمال کرے۔

نظام خلافت راشدہ میں تو خلفائے راشدین کا دامن لوگ گلی میں چلتے ہوئے پکڑ لیتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ خطبہ دینے کے لئے ممبر پر بیٹھے تو ایک بندے نے روک دیا اس نے کہا امیرالمومنین ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے کیوں نہیں سنو گے فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کوئی وہ آدمی نہیں تھا جسے ہر کوئی روک سکتا دنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور بڑے بڑے فرعون اور جابروں کے تاج اس کی پاؤں کی ٹھوکروں سے اڑگئے قیصر اور کسری جیسی سلطنتیں پامال کر کے رکھ دیں لرزتے تھے حکمران جہاں عمر رضی اللہ تعالے عنہ کا نام آتا تھا اور ایک آدمی کو یہ جرات کس نے دی اسلام نے دی۔ اس نے کہا حضور آپ رضی اللہ تعالے عنہ نے جو کرتہ پہن رکھا ہے یہ چادریں مال غنیمت میں آئی ہیں اور ہر ایک کو ایک ایک چادر ملی ایک چادر سے کرتہ نہیں بنتا آپ نے کرتہ پہنا ہوا ہے پہلے آپ رضی اللہ تعالے عنہ یہ بتائیں آپ کا کرتہ کیسے بن گیا پھر ہم آپ رضی اللہ تعالے عنہ کی بات سنیں گے اور جمعہ کا خطبہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا عبد اللہ رضی اللہ تعالے عنہ تم بتاؤ انہوں نے اٹھ کر بتایا کہ ایک چادر والا گرامی کو خود ملی اور ایک چادر جو مجھے ملی وہ میں نے نذر کی اور انہوں نے کرتہ بنایا اس نے کہا اب بات سمجھ آگئی امیر المومنین رضی اللہ تعالے عنہ اب فرمایئے۔ کون سی سیاسی جماعت اپنے ورکروں کو حق دیتی ہے کہ وہ اپنے سیاسی لیڈروں سے یہ محاسبہ کر سکیں یعنی ملک پر نظام خلافت راشدہ کی بات چھوڑ دیں کون سی سیاسی جماعت جب سیٹیں بانٹتی ہے تو اہلیت واستعداد دیانت وامانت ورع اور تقوی علم اور وہ تجربہ دیکھتی ہے۔ اس وقت تو سارے یہ دیکھتے ہیں کہ چور ہو ڈاکو ہو بلیک میلر ہو سمگلر ہو لیکن یہ ہو کہ وہاں سے یہ جیت سکتا ہے اسے ٹکٹ دیا جائے مومن ہو یا کافر ہو اسلامی جماعتیں کافروں کو ٹکٹ دیتی ہیں ہمارے کہنے سے کافر نہیں جنہیں خود وہ ساری عمر کافر کافر کہتے رہتے ہیں جن پر فتوے لگاتے ہی ہم تو فتوے لگاتے ہیں نہیں ہمارے پاس تو کوئی کافر بھی آئے تو اسے انسان سمجھ کر کوشش کرتے ہیں کہ شاید اسے بھی اسلام نصیب ہو جائے ہماری تو ذمہ داری ہی یہ ہے اور مومن آئے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ہم سے بہتر ہوگا جو لفظ ہمیں یاد ہے جو طریقہ ہمیں آتا ہے اس کو بھی بتائیں لیکن ہمارے وہی زعماء جو لوگوں پہ کفر کے فتوے لگاتے ہیں جب الیکشن کا وقت آتا ہے تو انہی کو ٹکٹ دیتے ہیں وہ ان کی پارٹی کے ممبر بن جاتے ہیں وہی جیتے پھر وہی منسٹر بنے ہوئے ہوتے ہیں تو کیسے نظام خلافت راشدہ آئے گا کوئی سیاسی جماعت نہ لائے گی اور نہ لاسکتی ہے مانتے ہی نہیں جانتے ہیں اور جانتے بھی وہ ہیں جن جماعتوں کے لیڈر علماء ہیں وہ جانتے ہیں اور جو غیر عالم سیاسی لیڈر ہیں وہ جانتے بھی نہیں وہ کیسے لائیں گے۔

ہاں اسلام نافذ ہو سکتا ہے اگر میں چاہوں اگر آپ

چاہیں عام آدمی چاہے میں بھی ایک عام آدمی ہوں آپ بھی میری طرح ایک عام شہری ہیں اس ملک کا میں بھی ایک عام مسلمان ہوں آپ بھی میری طرح ایک عام مسلمان ہیں اللہ ہمیں یہ جرات دے کہ ہم اسلام اپنا لیں اللہ ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داری اور فرائض دیانت داری سے کریں اور اپنا حق لیں حق سے زائد لینا چھوڑ دیں جھوٹ سے فریب سے بددیانتی سے لوگوں کا مال بٹورنا چھوڑ دیں محنت سے مزدوری سے دیانت داری سے اپنے فرائض ادا کریں ہم نے اگر اپنے وجود پر اسلام نافذ کر لیا تو ہم نے اس ملک کے ایک حصے پر اسلام نافذ کر دیا۔ ملک کیا ہے افراد سے قوم بھی ہے افراد سے ملک بھی ہے۔

اب مزے کی بات یہ ہے کہ اس ملک کی آبادی کا بھی پتہ نہیں چلتا سیاسی لیڈر چودہ کروڑ کہتا ہے دوسرا بارہ کروڑ کہتا ہے اگلے دن وزیر اعظم تیرہ کروڑ کہہ رہی تھیں اب خدا جانے کس کی بات سچی ہے بہر حال بارہ ہیں یا تیرہ ہیں یا چودہ بہرحال جتنے بھی ہیں اگر چودہ کروڑ بھی ہیں تو یہ وجود اس ملک کا چودہ کروڑواں حصہ ہے اگر اس پر ہم نے اسلام نافذ کر دیا تو ہم نے پاکستان کے چودہ کروڑ حصے پر تو کر دیا اب اگر اللہ ہمیں توفیق دے ہم اپنے ماحول میں اپنے دوستوں میں اپنے شاگردوں میں اپنے ملنے جلنے والوں میں اس بات کو چلا سکیں تو دس پر ہوگیا دس حصوں پر ہوگیا اور یوں اگر تعداد بڑھے تو یہ لوگ اسلام نافذ کر جائیں گے صرف یہ طریقہ ہے نفاذ اسلام کا ہم یہ چاہیں کہ ہم جو جی چاہے کریں جسے چاہیں لوٹ لیں جو چاہیں کریں اور اسلام آجائے تو یہ پنجابی کی ایک کہاوت تھی کہ۔

گدھوں کو کھیر نہیں کھلائی جاتی کوئی بھی گدھوں کے لئے کھیر نہیں بنایا کرتا بدکاروں کے لئے دینی حکومتیں نہیں بھیجی جاتیں جب تک ہم اپنی اصلاح نہیں کریں گے۔

قرآن حکیم فرماتا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے آپ کی اصلاح نہیں کرتی اللہ اس کے حالات تبدیل نہیں کرتا حالات تب ہی بدلتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو بدلتی ہے۔ تو میرے بھائی نفاذ اسلام کے لئے مجھے اور آپ کو سرگرم عمل ہونا ہے ہم سے کئی لوگ روٹھیں گے سیاست دان ناراض ہوں گے حکمران ناراض ہوں گے دولت مند ناراض ہوں گے لیکن ہمیں بات کرتے وقت یہ سوچنا ہوگا کہ جو معاملہ میں کر رہا ہوں اس کی اجازت اسلام نے دی ہے اس کا طریقہ اسلامی ہے ووٹ ہی آجاتے ہیں تو کیا جو اسلامی شرائط ہیں قیادت کی اس کے مطابق کوئی لیڈر ہم منتخب کرتے ہیں یا اس کے مطابق دیکھتے ہیں کہ اس بندے میں استعداد ہے دیانت ہے امانت ہے نہیں ہے تو ہم اسے ووٹ دیتے ہیں۔ کیوں اسے رائے دیتے ہیں بدکاروں کو کیوں ہم دے کر آگے لاتے ہیں بے دینوں کو آگے کون لاتا ہے ووٹ فرشتے نہیں دینے آتے میں اور آپ ہی دیتے ہیں حکومتیں ہم ہی بناتے ہیں جب ہم آگے بھیجتے ہیں چوروں بے دینوں بدمعاشوں کو ہیں وہاں جا کر وہ کیسے ولی ہو جائیں گے بھائی اقتدار میں تو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کسی ولی کو بھی اقتدار دے دیا تو اقتدار کا نشہ کہیں اس سے ولایت چھین کر اسے بھی بدکار نہ بنادے چہ جائیکہ کے بدکاروں کو اقتدار دیا جائے اور امید رکھی جائے کہ یہ ولی بن جائیں گے یہ تو فلسفہ ہی الٹا ہے۔

اسلام سلامتی رحمت اور اللہ کی رحمیت کا مظہر ہے اللہ کی مخلوق کے لئے سلامتی کا سبب بنو اللہ آپ کے لئے سلامتی کے اسباب پیدا کردے گا۔

ضرورت رشتہ
شیخ فیملی کی دوشیزہ۔ تعلیم بی۔اے۔ عمر ۲۲ سال۔ خوبصورت خوب سیرت امور خانہ داری سے واقف کے لئے نیک سیرت خوبصورت برسرروزگار تعلیم یافتہ شیخ خاندان سے رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ: محمد اکرم شیخ مکان نمبر ۳۔ گلی نمبر ۸۔ آصف بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

# جاگیرداری نظام

مولانا محمد اکرم اعوان

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو خطاب فرمایا یہ ایک خبر بھی ہے ایک فیصلہ بھی ہے۔ **یایھا الناس قد جاء کم والرسول بالحق من ربکم فامنوا خیر لکم۔ و ان تکفروا فان للہ ما فی السموات والارض۔ وکان اللہ علیما حکیما ○**

اے بنی آدم! میرا پیغمبرؐ میرا قاصد حق کے ساتھ تشریف لا چکا جس میں رائی برابر شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی صداقت میں اس کے پیغام کی صداقت میں، اس کی ذات یا اس کے ارشادات میں کسی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور خود اللہ کریم گواہ ہیں کہ آپ کی بعثت عین حق ہے اس لئے کہ تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ رب اللہ جل شانہ کا صفاتی نام ہے جو ہر ایک کی ہر ضرورت، ہر حال میں ہر وقت پوری کر سکے اس کی تربیت کر سکے درجہ بدرجہ اسے کمال کو پہنچا سکے ہر ایک کے حال سے ہر آن واقف ہو ہر ایک کو عطا کرنے کے لئے کسی دوسرے کی اجازت کا محتاج نہ ہو۔ کسی کے مشورہ کا منتظر نہ ہو جب اللہ کریم نے اپنی مخلوق کی ساری ضروریات اپنے ذمے لے لیں اور اپنے رب ہونے کا اعلان فرما دیا جو اسی کو زیبا ہے تو پھر ضروریات میں اولیت انسان کی روحانی، دائمی، ابدی اور اخروی ضروریات کو ہے محض حیوانی زندگی کو نہیں اور وہ رب العالمین تمہارے لئے سورج چڑھاتا ہے۔ ہوائیں چلاتا ہے۔ روشنیاں بکھیرتا ہے پھل اگاتا ہے زندگی کے سامان فراہم کرتا ہے یہ اس کی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ تمہاری روحانیت کو بھی تشنہ لب نہ رہنے دے۔ تمہیں کسی اندھیرے راستے پر نہ رہنے دے۔ تمہیں ہادی اور رہنما عطا فرمائے تمہیں وہ سورج بھی عطا کر دے جو تمہاری روحانی دنیا میں طلوع ہو اور اسے روشنیوں اور نور سے سیراب کرتا چلا جائے۔

فرمایا میرے حبیبؐ کی بعثت کوئی حادثہ نہیں ہے بلکہ ربوبیت کے تقاضا کے مطابق اللہ نے وہ نعمت تمہیں مہیا کر دی۔ ہاں ایک بات اختیار کی ہے۔ کیا انسان اپنے پیدا ہونے پر قادر ہے کیا انسان کو اپنی شکل بنانے پر اختیار ہے۔ کیا اپنا قد کاٹھ مقرر کرنے کا اسے اختیار ہے؟ اپنی زندگی اور اپنے شعور کی سطح مقرر کرنے کا اسے حق حاصل ہے؟ اپنی بیماری اور صحت کا اس کے پاس اختیار ہے؟ نہیں تو پھر کس چیز کا اس کے پاس اختیار ہے؟ تو اس بے اختیار کے پاس سب سے بڑا اختیار یہ ہے کہ چاہے تو نبیؐ کے پیغام کو قبول کر لے اور اگر نہ چاہے تو نہ قبول کرنے کا بھی اسے اختیار حاصل ہے یہ اس پر مسلط نہیں کیا جائے گا۔ حکماً" پیدا ہو گا، حکماً" موت سے دوچار ہو گا اللہ کے فیصلے کے مطابق رزق پائے گا۔ شعور پائے گا زندگی کے سارے میدانوں میں تقدیر باری کے آگے ایک گیند کی طرح بے بس لڑھکتا پھرے گا لیکن بڑا اختیار اس کے پاس یہ ہے کہ چاہے تو اللہ کے

نبی کی اطاعت اختیار کر لے اور چاہے تو قبول نہ کرے یہ فیصلہ اس کا اپنا ہے لہٰذا ارشاد ہوا **فامنوا خیر لکم** ۔ لوگو! میرے نبیؐ کی بات من و عن قبول کر لو اسی میں تمہاری بھلائی ہے **و ان تکفروا** اگر جھٹلاؤ گے تو یہ یاد رکھو۔ **فان للہ ما فی السموت و الارض** کائنات میں تمہارا ایک تنکا بھی نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اگر تم ماننے سے انکار کرو گے تو دنیا میں اقتدار کا لالچ ہو گا' خواہش نفس ہو گی' مال و دولت کی خواہش ہو گی لیکن یاد رکھو کہ اقتدار کی بلندیوں پر پہنچ کر زندگی کا ڈورا ٹوٹ جائے گا' دولت کو تلاش کرتے کرتے تم سسکتے سسکتے مرجاؤ گے' وہ تمہیں ایسے امراض لگا دے گا کہ تمہارے سامنے کھانوں کے ڈھیر لگے ہوں گے اور تم کھا نہیں سکو گے دنیا پر حکومت کا خواب دیکھتے دیکھتے تمہیں اس حال پر پہنچا دے گا کہ تم ترسو گے کہ تمہارے ساتھ کوئی بات بھی کرے تمہارا کچھ بھی نہیں ہے نہ زمینوں میں نہ آسمانوں میں' یہ سب اس کا اپنا ہے اور یہ بھی مت بھولو کہ تمہاری کوئی بات یا حرکت اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہے۔ **و کان اللہ علیما حکیما** وہ ہر بات جانتا ہے لیکن وہ حکیم بھی ہے اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ چندے مہلت دے دیتا ہے۔

تو مشو مغرور برحلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مرترا

(اگر تیری کسی حرکت پر اللہ نے درگزر فرمائی تو اس پر مغرور نہ ہو جا۔ جب پکڑتا ہے تو اس کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے)

الحمدللہ' برصغیر کے مسلمانوں نے قربانیاں دیں کہ ایک ایسا خطہ وجود میں آیا جس کے باسی' جس کی فضائیں' اطاعت رسولؐ کا نمونہ پیش کریں۔ جس میں صرف اللہ کی حکومت ہو' باقی سارے اللہ کے بندے ہوں' جس میں مظلوم کی دستگیری کی جائے' ظالم کو ظلم سے روکا جائے' ہر ہر متنفس کو انصاف مہیا ہو۔ ہر پیشانی صرف رب العالمین کے آگے جھکے۔ اس ساری بات کو ایک مختصر سے نعرے میں سمو دیا گیا پاکستان کا مطلب کیا ہے " لا الہ الا اللہ " یہ تقسیم ملک سے پہلے کا نعرہ ہے اس نے ہر مسلمان کو قربانیاں دینے پر آمادہ کیا۔ بڑی بڑی خوش فہمیاں' بڑی بڑی امیدیں باندھی گئیں لیکن ہوا کیا؟ اللہ نے یہ ملک دے دیا اس نعرے کو قبول فرمایا۔ غریبوں فقیروں کے خون رنگ لائے' جنہیں کسی حکومت کے ملنے کا امکان نہیں تھا۔ جنہیں اپنے پاس جو کچھ تھا کھونا تھا۔ مزید کوئی دولت ملنے کا لالچ نہ تھا وہ اس امید پر ڈٹ گئے کہ اللہ کا ملک' اللہ کا دین' اللہ کا قانون اور اللہ کے نبیؐ کا لایا ہوا پیغام وہاں ہمیں نصیب ہو گا۔

لیکن وائے ناکامی کہ گذشتہ نصف صدی میں ہر آنے والے دن نے ہمیں پہلے کی نسبت دین سے' امانت سے' صداقت سے' حق سے' انصاف سے دور پایا۔ یعنی نصف صدی کا تجزیہ کیا جائے تو کوئی ایک دن بھی کم از کم میری نظر میں نہیں ہے جو پہلے جیسا ہو یا پہلے سے بہتر ہو' جو حال آج ہے ڈر یہ ہے کہ کل اس سے برا ہو گا۔ روزانہ یہ حشر ہے آخر اس کا سبب کیا ہے؟ نعرے لگتے ہیں اور گذشتہ پچاس برسوں سے لگ رہے ہیں اور لگتے رہیں گے' قاضی صاحب کو اللہ ہمت دے' زندگی دے' کامیابی دے پورا زور لگا کر چلا رہے ہیں۔ بے نظیر اپنی طاقت کا مظاہرہ کر رہی ہیں' اسلام بے نظیر کی نظر میں بھی اس ملک پہ نافذ ہے۔ آنے والے بھی کرنا چاہتے ہیں میاں صاحب حکومت کر کے گئے ہیں شاید اسی کا کفارہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ پہلی حکومت میں نہیں کر سکے اب کریں گے۔ اگلے دن ان کا بڑا مزیدار بیان تھا کہ میں حکومت میں آ کر سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام نافذ کروں گا۔ اس میں بھی مستقبل کا صیغہ تھا یعنی کروں گا۔

کوئی اس حادثے کا ذمہ دار فرقہ بندیوں کو ٹھہراتا ہے کوئی قادیانیوں کے سر مڑتا ہے اپنی اپنی نظر ہے۔

جہاں جہاں پڑتی ہے۔ ہم ذمہ دار گردانتے ہیں۔

میرے خیال میں ہم سب سے ایک بنیادی بات رہ جاتی ہے جو کسی سیاستدان سے، کسی عالم سے، کم از کم میں نے نہیں سنی وہ بات، میری ذاتی رائے میں بنیادی بات تھی جس کے چھوٹ جانے سے ہم اس گرداب میں پھنسے ہیں، جانتے نہیں کہ یہ گرداب کونسا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو برصغیر کی تاریخ میں ڈھکے چھپے نہیں ہیں یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے انگریز کی آمد پر انگریزوں کا قبضہ مضبوط کرنے کے لئے قربانیاں دیں ملک کے ساتھ، دین کے ساتھ، اہل وطن کے ساتھ غداری کی اور انگریز کے پاؤں جمانے میں مدد دی اور اس کے بدلے میں انہیں جاگیریں عطا ہوئیں۔ یہ جاگیریں جو انہیں ملیں ان میں کچھ ایسی بھی تھیں جو جاگیر داروں سے سلب کی گئیں مگر بیشتر وہ تھیں جو مدارس سے چھینی گئیں۔ جو رپورٹ برطانیہ میں پہنچی اور انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ جو انگریز گورنر جنرل نے بھیجی وہ ایسی تھی کہ "مسلم آبادی کی خواندگی کا تناسب یہاں ۸۰ فیصد سے زیادہ ہے۔ اسلام ماتحت رہنے کو قبول ہی نہیں کرتا اور کم و بیش ایک ہزار سال کے لگ بھگ مسلمان قوم نے اس ملک پر حکومت کی۔ ہندو تو پہلے ہی ہزار سال مسلمانوں کی غلامی میں گزار چکے ہیں اور ان کا ذہن غلامی قبول کرتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہر باہر سے آنے والا ان پر حکومت کرتا رہا ہے لیکن مسلمانوں کو قابو کرنا آسان نہیں" اس وقت ہر مدرسے کے پاس بہت بڑی جاگیر تھی۔ اساتذہ کی تنخواہیں، مدارس کے اخراجات، طلباء کا خرچ، ان کی میسنگ، ان کی کتابوں کا خرچ، ان کا لباس یہ سارے اخراجات مدارس خود پورا کرتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ مروجہ تعلیم اس طرح ضم کی گئی تھی کہ دینی مدارس کے طلبا ہی وزیر بھی بنتے، مشیر بھی بنتے، فوج میں جرنیل بھی وہی ہوتے تھے، آپ کسی بھی مسلمان حکمران کی فوج اور اس کی کابینہ کا حال پڑھ لیں اس کے وزرا بھی دینی عالم تھے اس کے جرنیل بھی دینی عالم تھے۔ حل یہ سوچا گیا کہ مدارس سے جاگیریں چھین لی گئیں، کتب کچھ جلا دیں کچھ انگریز لوٹ کر لے گئے، مدارس کو محتاج کر دیا یا چندوں کا اور ٹکے ٹکے کا اور پابندی لگا دی گئی کہ جس کے پاس دینی تعلیم ہو اسے کوئی سرکاری ملازمت نہ دی جائے وہ جاگیریں جو مدارس سے چھینی گئیں ان لوگوں میں تقسیم کر دی گئیں جنہوں نے انگریز کی غلامی کا حق ادا کیا ملک سے، قوم سے، دین سے سب سے غداری کی یہ وہ بات ہے جو آج بھی ہمارے ملک کے محکمہ مال کے ریکارڈ میں موجود ہے کہ کس کو کب کتنی زمین اور جاگیر دی گئی یہ وہ لوگ ہیں جو نصف صدی سے ہم پر حکمران ہیں ہم اتنے سادے ہیں کہ ہر بار یہ اعتبار کرتے ہیں کہ صدر صاحب یہ کر دیں گے وزیر اعظم یہ کر دیں گے لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ سارے سروں کی اولاد ہیں سب کے باپ دادے سر تھے۔ کیا انگریز اپنے مخالفوں کو سر (SIR) کا خطاب دیتا تھا یہ سارے ایک ہی طبقے کے لوگ ہیں۔ آپس میں لڑتے ہیں تو اپنے مفادات کے لئے، نہ دین کے لئے، نہ کسی غریب آدمی کے لئے، نہ میرے لئے، نہ آپ کے لئے، ان کی اگر جنگ ہوتی ہے تو اپنے مفادات کی ہوتی ہے۔ ایک آدھ بندہ اگر حادثاتی طور پر کوئی فوجی مارشل لاء کے ذریعہ یا کوئی سویلین ان کے گروہ میں آ جائے تو اسے وہ ACCOMM ODATE کر لیتے ہیں اسے اتنا امیر بنا دیتے ہیں کہ وہ بھی انہیں میں سے ایک بن جاتا ہے پھر اس کی سوچ بھی ان کے ساتھ مل جاتی ہے جب یہ ملک آزاد کہلاتا ہے تو انگریز کی دی ہوئی جاگیروں کے بل بوتے پر جاگیردار کیوں حکومت کر رہا ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ تھی کہ اگر انگریز سے ملک واپس لیا گیا تھا تو جو جاگیریں انگریز نے اپنے گماشتوں کو دی ہوئی تھیں سب سے پہلے وہ جاگیریں واپس لی جانی چاہئیں تھیں۔ اگر آج سے ۵۰ سال پہلے

کوئی یہ قدم اٹھاتا تو یہ طبقہ اس دن ختم ہو جاتا اور آج اگر کوئی اس ملک سے وفا کا دعویٰ رکھتا ہے وہ کوئی دینی لیڈر ہے، سیاسی لیڈر ہے یا دینی سیاسی جماعت کا سربراہ ہے تو اسے یہ نعرہ لگانا چاہئے کہ ہم سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ جن جن کو جو جاگیریں انگریز نے دی تھیں وہ واپس لے کر تعلیمی اداروں کو دی جائیں پھر سے وہ نظام رائج کریں اس قوم میں کہ اس کا فارغ ہونے والا ہر طالب علم دینی عالم بھی ہو، دنیوی تعلیم بھی اعلیٰ درجہ تک اس نے حاصل کی ہو مدارس کے پاس پھر سے اتنے وسائل آ جائیں کہ بچوں کو فیسوں کا اہتمام نہ کرنا پڑے۔ بچوں کو وردیاں تلاش نہ کرنی پڑیں۔ والدین کو کتابیں نہ تلاش کرنی پڑیں اور تعلیم لازمی ہو۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ علم سے آراستہ ہو، کبھی جاہل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جہالت اور اسلام ایک دوسرے کے بیری ہیں یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسلام نے کفر کی مخالفت کی، بت پرستی کی، شرک کی یہ بات کم سوچ رکھنے والے آدمیوں کی ہے۔ شرک، بت پرستی، ظلم یہ کیا ہیں یہ جہالت کے پھل ہیں۔ جہالت پر پھل لگتا ہے کفر کا، ظلم کا، ناانصافی کا، عیاشی کا، بے دینی کا، برائی کا، اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف ہے۔ اسلام نے دنیا سے جہالت کو ختم کیا۔ اسلام نے تو وہ علوم عطا کئے کہ اس میں پہلے دن داخل ہونے والے بندے کو اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ کسی کے علم کی انتہا ہو گی کہ وہ ذات باری کو پہچان لے۔ کسی بھی علم کی، علم کے کسی شعبے کا **منتہا** یہ ہے کہ اس علم کے واسطے سے بندہ ذات باری تک پہنچ جائے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔ اسلام نے بنیاد ہی یہاں سے رکھی۔ نبی رحمتؐ نے ظاہری تعلیم کا اہتمام کس حد تک فرمایا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ریاست مدینہ کو جو سب سے پہلا معرکہ پیش آیا وہ معرکہ بدر ہے اور آپ خوب جانتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں کا جب فیصلہ کیا گیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو کچھ لوگ ایسے بچ گئے جن کے پاس دینے کو فدیہ نہ تھا تو معاملہ نبی رحمتؐ کے حضور پیش کیا گیا، پوچھا کہ انہیں پڑھنا لکھنا آتا ہے تو بتایا گیا ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا، دس دس مسلمان بچوں کو جو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا وہی اس کا فدیہ ہے مکے والے کافروں نے جو قیدی ہو کر آئے تھے کیا انہوں نے بچوں کو اسلام سکھانا تھا؟ نہیں دنیوی تعلیم کی بنیاد آقائے نامدار نے روز اول سے رکھ دی۔ دین سارا تو آپؐ سکھا رہے تھے آپ کی ایک ایک ادا دین کا درس تھا قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کا ایک ایک ارشاد عالی اللہ کے احکام کی تشریح و وضاحت تھا۔ لیکن کافروں سے بھی آپؐ نے دنیوی علوم سیکھنے کا حکم دیا۔ یہ میری بات یاد رکھیں کہ جس کسی کو بھی اللہ اس ملک میں انقلاب لانے کی توفیق دے وہ سب سے پہلے انگریز کی بخشی ہوئی ساری جاگیریں واپس لے۔ انگریز سے پہلے کی جو جاگیریں ہیں وہ رہیں جن میں حق وراثت جاری ہو گا جو جاگیریں مدارس سے چھینی گئی ہیں وہ پھر تعلیم پر صرف کی جائیں پھر سے ملک میں جو دینی و دنیوی تعلیم کی تفریق ہے وہ ختم کر دی جائے۔ ہر دینی مدرسے کو اتنے فنڈز دئے جائیں کہ وہ دنیوی تعلیم کا بھی اہتمام کر سکے اور ہر دنیوی تعلیمی ادارے میں دین کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا جائے۔ ہر ادارے سے نکلنے والا ڈاکٹر بنے۔ لیکن مسلمان ڈاکٹر ہو۔ انجینئر بنے، لیکن مسلمان انجینئر ہو۔ جرنیل بنے، مسلمان جرنیل ہو۔ افسر بنے، مسلمان افسر ہو۔ سپاہی بنے، مسلمان سپاہی ہو اور دین سے واقف ہو۔ تو وہی لوگ دین نافذ کریں گے یہ ادھوری قوم دین نافذ نہیں کر سکتی جنہیں دین آتا نہیں ہے، جنہوں نے دین کو سیکھا ہی نہیں ہے جو دین کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ جو دین کے لئے مستقبل کا صیغہ استعمال کرتے ہیں وہ کیا دین نافذ کریں گے؟

تو خطا یہ ہوئی کہ روز اول سے لے کر آج تک ملک کی زمین کا بیشتر حصہ ان لوگوں کے پاس ہے جو انگریز کے زرخرید غلام تھے اور اپنا حق غلامی آج تک ادا

کرتے چلے آ رہے ہیں آج بھی وہ وہی کچھ کرتے ہیں جس میں مغرب والوں کی خوشی ہو وہ پیدا مغربی طرز کے ہسپتالوں میں ہوتے ہیں اور مغرب کے ہسپتالوں میں جا کر مرتے ہیں۔ ہم پر صرف حکومت کرنے آتے ہیں ان کا بچہ میٹرک فیل بھی وہاں سے آئے تو یہاں مرکز کا وزیر بن سکتا ہے۔ یہ مر جائیں ان کی بیوائیں حکومت کرتی ہیں حق حکمرانی انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے وہ ہر الیکشن جیت جاتے ہیں کیوں؟ ان کے پاس بڑی بڑی جاگیریں ہیں سینکڑوں موبعے ہیں ان میں لاکھوں غریب بستے ہیں۔ جو اللہ کے بندے نہیں ان کے غلام بنے ہوئے ہیں آج بھی آپ کے ملک میں ایسے گاؤں موجود ہیں جہاں جمعہ کی نماز اس لئے پڑھانا منع ہے کہ خطبہ میں اللہ کا نام آتا ہے اللہ کے رسولؐ کا نام آتا ہے صحابہ کرامؓ کا نام آتا ہے لیکن وہاں کے لینڈ لارڈ یا زمیندار کا نام نہیں آتا۔ اس لئے اس گاؤں میں خطبہ نہیں پڑھ سکتے آج اگر یہ جاگیریں واپس ہو جائیں تو یہ سارا نخرہ ایک آن میں ختم ہو جائے اور یہ قوم کے سر سے اتر جائیں اور جب تک یہ بھوت قوم کے سر سے نہیں اترتا' نفاذ اسلام کے سارے دعوے فریب ہیں۔ آزادی کی ساری باتیں دھوکہ ہیں۔ حقوق و انصاف کی ساری باتیں فریب ہیں۔ کب تک ہم دھوکہ میں رہیں گے؟ کب تک خوش فہمی میں وقت ضائع کرتے رہیں گے؟ کب تک اپنی آنے والی نسلوں کو بھی اس دھوکے میں مبتلا کر کے مرتے رہیں گے لوگو اب بھی وقت ہے سمجھنے کا' سنبھلنے کا۔

کتنی سادہ سی بات ہے کہ انگریز نے اپنا قبضہ رکھنے کے لئے ایک طبقہ پیدا کیا اس طبقے کو جاگیریں دیں اپنی خدمت کے انعام کے طور پر۔ یہاں اگر فرقہ پرستی ہے' کفر ہے' ظلم ہے' ناانصافی ہے تو صرف اس جاگیردار طبقے کے طفیل ہے یہ ساری ان کی سیاست ہے کہ ہر بندے کو دوسرے بندے کے ساتھ لڑا دو' خود ان پر حکومت کرتے رہو رومنوں کی طرح یہ ہماری لڑائی کا تماشا دیکھتے ہیں اور اپنے ایوانوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے ہیں۔ آپ کیوں بھول جاتے ہیں کہ پچھلے دنوں جب یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بندے بدلنے چھوڑ دو یہ نظام بدلا جائے تو ہماری اسمبلی میں حکومت اور اپوزیشن دونوں پارٹیاں ایک ہو گئیں کہ نظام کے خلاف کوئی بات نہیں سنی جائے گی بلکہ اسمبلی میں "نظام بچاؤ" کمیٹی بنائی گئی اور دونوں پارٹیاں اس بات پر ڈٹ گئیں۔ یہ اس لئے کہ یہ نظام ان کو پال رہا ہے عوام کا خون چوس چوس کر ان کی رگوں میں منتقل کر رہا ہے۔ یہ غریب کے حقوق سلب کر کے ان کی عیاشی کے سامان کر رہا ہے غریب کا بیٹا مقروض پیدا ہوتا ہے اور ان کے پیدا ہونے والے کے اکاؤنٹ سوئٹزر لینڈ کے بنکوں میں موجود ہوتے ہیں کتنا فاصلہ ہے اس ملک کے شہروں میں' غریب بیماری سے مرتا ہے اس کے لئے ہسپتال نہیں۔ ہسپتال ہے تو ڈاکٹر نہیں۔ ڈاکٹر ہے تو دوا نہیں' ناممکن ہے کہ یہ تینوں سہولتیں بیک وقت موجود ہوں۔ انہیں چھینک آئے تو جہاز لے کر انگلستان چلے جاتے ہیں انہیں ذرا تکلیف ہو اور باہر نہ جا سکیں تو باہر سے ڈاکٹر آ جاتا ہے یہ مر جائیں تو ان کی میت لے کر باہر کے ملکوں میں سرکاری جہاز جاتے ہیں ان کو مر کر بھی اس ملک کی مٹی میں رہنا پسند نہیں۔ ایوان سلطنت میں بیٹھے ہوئے یہ باہر سے منگوا کر پانی پیتے ہیں یہاں کا پانی ان کو راس نہیں آتا جب کہ غریب کے لئے وہ جوہڑ ہیں جن میں ساری رات جنگلی سور لیٹتے ہیں۔

تو عزیزان گرامی! یہ ظلم ان کے دم کے ساتھ ہے جب تک یہ طبقہ موجود ہے یہ ظلم بھی رہے گا کوئی ضرورت نہیں ہے قتل و غارت کی' کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں مارنے کی' ان کی موت تو دینوی عذابوں سے ان کی نجات کا سبب بن جائے گی۔ ان سے کوئی جاگیریں واپس لے لے تو یہ اپنے کئے کی سزا اس دنیا میں بھی

پائیں گے۔ یہ مرنا چاہیں گے انہیں موت نہیں ملے گی اور گلی گلی موت کے لئے ترستے پھریں گے۔ اگر غداری کے انعام میں لی ہوئی جاگیریں واپس ہو جائیں تو ہم اس لیڈر کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ جسے یہ بات منظور ہے ہم اس قیادت کو' اس جماعت کو اور اس حکومت کو دیانتدار سمجھیں گے جو انگریز کی عطا کردہ جاگیریں ویسی کی ویسی واپس لے اور انہیں صرف تعلیمی نظام پر لگا دے کہ ان کا ۹۹ فیصد حصہ دینی مدارس سے چھینا گیا تھا۔ ملک میں تعلیم کا ایسا حسین امتزاج رائج کیا جائے کہ ہر فارغ التحصیل بندہ دینی عالم بھی ہو اور دینوی علوم میں بھی چوٹی کا ماہر ہو خواہ کسی شعبے میں بھی جائے۔ ملک تب آزاد ہو گا فکر اور سوچ تب آزاد ہو گی اور آزادی کی ہوا اس ملک میں تب چل سکے گی۔

افسوس یہ ہے کہ اس بنیادی روحانی قوت' جسے برکات نبوی علیہ صاحب الصلوۃ والسلام کہا جاتا ہے کا فقدان ہے آپؐ نے جاگیرداروں سے جاگیریں نہیں چھینیں تھیں لیکن ہر محکوم کو ایسا جذبہ حریت عطا کر دیا تھا کہ جو پیدائشی اور نسلاً" غلام تھا وہ بھی اسی لمحہ آزاد ہو گیا' وہ جرات رندانہ عطا کر دی کہ ایک ضعیف خاتون سے ابوجہل جیسے ظالم نے زندگی تو چھین لی لیکن اپنی بات اس کے لبوں سے نکلوا نہ سکا۔ ایک غلام کو گرم پتھروں کے نیچے لٹایا' سلاخوں سے داغا' کوڑوں سے مارا لیکن اس سے اپنی بات نہ منوائی جا سکی کیونکہ وہ غلام نہیں آزاد ہو گیا تھا۔ یہ دولت تھی برکات نبوتؐ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے ان کے سینوں کو روشن کر گئی افسوس یہ ہے کہ ہمارا مذہبی رہنما نہ صرف اس سے خالی ہے بلکہ اس کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہے۔ اگر وہ دولت بھی نہ تھی تو دینوی وسائل تو ہوتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست مدینہ کی بنیاد رکھی تھی تو وہاں کوئی جاگیر داری نہیں تھی اور اگر جاگیردار تھے تو وہ جاگیریں ختم ہو چکی تھیں مدینہ میں سب سے بڑے جاگیردار یہودی تھے۔ جنہیں ملک ہی چھوڑنا پڑا اس لئے کہ وہ اپنی جاگیردارانہ ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتے تھے جب تک ان سے وہ جاگیریں' وہ قلعے ان کی طاقت کا وہ گھمنڈ واپس نہ لیا گیا انہیں ملک بدر نہ کیا گیا انہوں نے ریاست اسلامی کو سکھ کا سانس نہیں لینے دیا۔ لیکن یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ ایک طبقہ خود کو یہودی کہلائے۔ کردار جیسا ہو گا ویسا ہی اس پر پھل لگے گا آج کا جاگیردار بھی یہودی ہی کا انعام یافتہ اور یہودی ہی کا پروردہ ہے۔ آج کا جاگیر دار بھی جو کام کرتا ہے وہ یہودی ہی کے لئے کرتا ہے اللہ ہمیں ایسی قیادت دے جو ہمارے دلوں کو برکات نبوت عطا کرے جو ہمیں جاگیرداروں کی غلامی سے چھڑا لے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی غلامی نصیب کرے جس دن یہ قدم اٹھ گیا اس دن سمجھ لینا کہ آج انقلاب آگیا' یہ انقلاب کا پہلا قدم ہو گا خواہ آج سے ۵۰ برس پہلے اٹھایا جاتا یا آج کوئی اٹھائے یا کچھ سال بعد۔ اللہ کرے وہ دن بہت جلد آئے' اللہ کرے ہمیں بھی یہ سعادت نصیب ہو کہ ہم بھی آزادی لانے والوں کا ساتھ دے سکیں اللہ اتنی مہلت دے کہ ہم اس ملک کو آزاد اور پھلتا پھولتا ہوا دیکھ کر دنیا سے رخصت ہوں۔ (آمین)

## دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی اسلام ربانی (لالہ موسیٰ) کی والدہ ماجدہ اور بشیر احمد (اوکاڑہ) کے والد ماجد اور سخاوت علی (جڑانوالہ) کے والد ماجد اور صوفی بشیر احمد امیر جماعت (ستراہ) کی والدہ ماجدہ اور عبدالحمید (فیصل آباد) کی والدہ ماجدہ قضاء الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

# آئین پاکستان دفعات

## ۶۳ - ۶۲

**آرٹیکل ۶۲۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لئے اہلیت** کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کارکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہو گا اگر۔۔۔۔۔۔۔۔

(الف) وہ پاکستان کا شہری نہ ہو۔

(ب) وہ قومی اسمبلی کی صورت میں، پچیس سال سے کم عمر کا ہو اور اس اسمبلی میں کسی مسلم یا غیر مسلم نشست کے لئے جیسی بھی صورت ہو، انتخاب کے لئے انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے درج نہ ہو۔

(ج) وہ سینٹ کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور کسی صوبے میں کسی علاقے میں یا جیسے بھی صورت ہو، وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج نہ ہو۔

(د) وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو۔

(ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔

(و) وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین نہ ہو۔

(ز) کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔

(ح) اس نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سالمیت کے خلاف کام کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔

## تشریح

فروری 1985ء میں ملک بھر میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے جو غیر جماعتی انتخابات منعقد ہوئے تھے اس ضمن میں الیکشن کمشن نے 12 جنوری 1985ء کو امیدواروں کی اہلیت کے لئے انتخابی قواعد و ضوابط کا اعلان کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ جب تک کوئی امیدوار مقررہ شرائط پر پورا نہیں اترتا اس وقت تک اسے قومی و صوبائی اسمبلی یا سینٹ کے انتخاب میں حصہ لینے کا حق نہ ہو گا۔ ان قواعد و ضوابط کی پابندی کا مقصد یہ تھا کہ انتخابات کے ذریعے ایسے افراد سامنے آئیں جو اپنی خواہشات کو قابو میں رکھیں اور ملکی مفاد کو ہر چیز پر ترجیح دیں تاکہ ملکی استحکام کو یقینی بنایا جائے۔ اسی بنا پر دفعہ ہذا میں ترمیم کر کے مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے اہلیت پر مزید شرائط کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق کوئی بھی شخص ان شرائط کے ساتھ مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہو سکتا یعنی

(الف) پاکستان کا شہری نہ ہو۔ اس کے لئے جائے پیدائش وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے یعنی ایک شخص بھارت میں پیدا ہوا تھا لیکن تقسیم کے بعد پاکستان آ گیا اور اس نے پاکستان کی شہریت حاصل کر لی۔ وہ انتخاب میں حصہ لینے کا اہل ہے۔

(ب) قومی اسمبلی کا رکن بننے کے لئے پچیس سال سے کم ہو اور اس اسمبلی میں کسی مسلم یا غیر مسلم نشست کے لئے جیسی بھی صورت ہو انتخاب کے لئے اس کا نام انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے درج نہ ہو۔

(ج) سینٹ کے امیدوار کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور اس کا نام کسی صوبے میں، کسی علاقے میں یا جیسی بھی صورت ہو وفاقی دارالحکومت یا

وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج نہ ہو۔
(د) اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور اسلامی تعلیمات کے منافی کام کرنے کی شہرت رکھتا ہو۔
(ہ) اسے اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ ہو اور وہ اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو۔
(و) وہ سمجھدار' پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین بھی نہ ہو۔
(ز) کسی اخلاقی جرم سے ارتکاب پر یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔
(ح) قیام پاکستان کے بعد ملکی سالمیت اور استحکام کے خلاف کام کرتا رہا ہو یا نظریہ پاکستان کا مخالف ہو اور دل و جان سے پاکستان کو نہ چاہتا ہو۔
نوٹ : پیرا (د) اور (ہ) کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا۔ تاہم ان کے اچھے کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔
(ط) مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے تحت اہلیت کی جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان پر پورا نہ اترتا ہو۔
ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے سے مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لئے جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان پر اگر پوری طرح سے عمل درآمد ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں ایک مثالی معاشرہ قائم نہ ہو سکے۔

## آرٹیکل 63- مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لئے نا اہلیت:

(1) کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن کے طور پر منتخب ہونے یا چنے جانے اور رکن رہنے کے لئے نا اہل ہو گا اگر۔
(الف) وہ فاتر العقل ہو اور کسی مجاز عدالت کی طرف سے ایسا قرار دیا گیا ہو۔یا
(ب) وہ غیر برات یافتہ دیوالیہ ہو یا
(ج) وہ پاکستان کا شہری نہ رہے اور کسی بیرونی ریاست کی شہریت حاصل کرے۔ یا
(د) وہ پاکستان کی ملازمت میں کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو ماسوائے ایسے عہدے کے جسے قانون کے ذریعے ایسا عہدہ قرار دیا گیا ہو جس پر فائز شخص نا اہل نہیں ہوتا۔ یا
(ہ) اگر وہ ایسی آئینی ہیئت یا کسی ایسی ہیئت کی ملازمت میں ہو جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیر نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو یا
(و) شہریت پاکستان ایکٹ 1951ء (نمبر 2 بابت 1951ء) کی دفعہ 14- ب کی وجہ سے پاکستان کا شہری ہوتے ہوئے اسے فی الوقت آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا نا اہل قرار دے دیا گیا ہو۔ یا
(ز) وہ کسی ایسی رائے کی تشہیر کر رہا ہو یا کسی ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جو نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ ، سالمیت یا سلامتی یا اخلاقیات' یا امن عامہ کے قیام یا پاکستان کی عدلیہ کی دیانتداری یا آزادی کے لئے مضر ہو' یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا اس کی تضحیک کا باعث ہو۔ یا
(ح) اسے کسی ایسے جرم کے لئے سزا یابی پر جس میں چیف الیکشن کمشنر کی رائے میں اخلاقی پستی ملوث ہو' کم از کم دو سال کے لئے قید کی سزا دی گئی ہو' تاوقتیکہ اس کی رہائی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر چکی ہو۔ یا
(ط) اسے پاکستان کی ملازمت سے غلط روی کی بناء پر برطرف کر دیا گیا ہو تاوقتیکہ اس کی برطرفی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا
(ی) اسے پاکستان کی ملازمت سے غلط روی کی بنا پر

ہٹا دیا گیا ہو یا جبری طور پر فارغ الخدمت کر دیا گیا ہو' تاوقتیکہ اس کے ہٹائے جانے پر یا جبری طور پر فارغ الخدمت ہونے کو تین سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ک) وہ پاکستان کی یا کسی آئینی ہیئت یا کسی ہیئت کی جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیر نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو' ملازمت میں رہ چکا ہو' تاوقتیکہ اس کی مذکورہ ملازمت ختم ہوئے دو سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ل) اسے فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون کے تحت کسی بد عنوانی یا غیر قانونی حرکت کا مجرم قرار دیا جائے تاوقتیکہ اس تاریخ کو جس پر مذکورہ حکم موثر ہوا ہو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔ یا

(م) وہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء (نمبر 3 بابت 1962ء) کی دفعہ 7 کے تحت سزا یاب ہو چکا ہو' تاوقتیکہ مذکورہ سزا یابی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ن) وہ خواہ بذات خود یا اس کے مفاد میں یا اس کے فائدے کے لئے یا اس کے حساب میں یا کسی ہندو غیر منقسم خاندان کے رکن کے طور پر کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کے ذریعے' کسی معاہدے میں کوئی حصہ یا مفاد رکھتا ہو' جو انجمن امداد باہمی اور حکومت کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو' جو حکومت کو مال فراہم کرنے کے لئے اس کے ساتھ کئے ہوئے کسی معاہدے کی تکمیل یا خدمات کی انجام دہی کے لئے ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ اس پیرے کے تحت نا اہلیت کا اطلاق کسی شخص پر نہیں ہو گا۔

(اول) جبکہ معاہدے میں حصہ یا مفاد اس کو وراثت یا جانشینی کے ذریعے یا موصیٰ لہٗ' وصی یا مہتمم ترکہ کے طور پر منتقل ہوا ہو' جب تک اس کو اس کے اس طور پر منتقل ہونے کے بعد چھ ماہ کا عرصہ نہ گزر جائے۔

(دوم) جبکہ معاہدہ کمپنیات آرڈیننس 1984ء (نمبر 47 مجریہ 1984ء) میں تعریف کر دہ کسی ایسی کمپنی عامہ نے کیا ہو یا اس کی طرف سے کیا گیا ہو جس کا وہ حصہ دار ہو لیکن کمپنی کے تحت کسی منفعت بخش عہدے پر فائز مختار انتظامی نہ ہو' یا

(سوم) جبکہ وہ ایک غیر منقسم ہندو خاندان کا فرد ہو اور اس معاہدے میں جو خاندان کے کسی فرد نے علیحدہ کاروبار کے دوران کیا ہو' کوئی حصہ یا مفاد نہ رکھتا ہو۔ یا

تشریح : اس آرٹیکل میں "مال" میں زرعی پیداوار یا جنس جو اس نے کاشت یا پیدا کی ہو یا ایسا مال شامل نہیں ہے جسے فراہم کرنا اس پر حکومت کی ہدایت یا فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت فرض ہو یا وہ اس کے لئے پابند ہو۔

(س) وہ پاکستان کی ملازمت میں حسب ذیل عہدوں کے علاوہ کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو' یعنی:

(اول) کوئی عہدہ جو ایسا کل وقتی عہدہ نہ وہ جس کا معاوضہ یا تو تنخواہ کے ذریعے یا فیس کے ذریعے ملتا ہو۔

(دوم) لمبردار کا عہدہ خواہ اس نام سے یا کسی دوسرے نام سے موسوم ہو۔

(سوم) قومی رضا کار

(چہارم) کوئی عہدہ جس پر فائز شخص' مذکورہ عہدے پر فائز ہونے کی وجہ سے کسی فوج کی تشکیل یا قیام کا حکم وضع کرنے والے کسی قانون کے تحت فوجی تربیت یا فوجی ملازمت کے لئے طلب کیے جانے کا مستوجب ہو' یا

(ع) اسے فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کے رکن کے طور پر منتخب ہونے یا چنے جانے کے لئے نا اہل قرار دے دیا گیا ہو۔

(2) اگر کوئی سوال اٹھے کہ آیا مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا کوئی رکن' رکن رہنے کے لئے نا اہل ہو گیا ہے' تو

اسپیکر یا جیسی بھی صورت ہو' چیئرمین اس سوال کو فیصلہ کے لئے چیف الیکشن کمشنر کو بھیجے گا اور اگر چیف الیکشن کمشنر کی یہ رائے ہو کہ رکن نا اہل ہو گیا ہے تو وہ رکن نہیں رہے گا اور اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔

## تشریح

(ا) (الف) وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو اور اس کی تصدیق کسی با اختیار عدالت نے کی ہو۔
(ب) اسے دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو۔
(ج) پاکستان کا شہری ہونے کی بجائے کسی اور ملک کی شہریت حاصل کرے۔
(د) وہ پاکستان کی ملازمت میں کسی نفع بخش عہدے پر فائز ہو ماسوائے ایسے عہدے کے جس کے بارے میں قانون اجازت دے کہ یہ عہدہ منفعت بخش نہیں ہے جس پر متعلقہ شخص فائز ہے۔
(ہ) وہ حکومت کے زیر انتظام چلنے والے کسی سرکاری ادارے میں ملازمت کرتا ہو یا وہ ادارہ حکومت کی ملکیت اور اسکی نگرانی میں ہو یا جس میں حکومت کا کوئی حصہ ہو یا کوئی مفاد ہو۔
(و) شہریت پاکستان ایکٹ 1951ء (نمبر 2 بابت 1951ء) کی دفعہ 14- ب کے تحت پاکستان کا شہری تو ہو لیکن اسے حکومت آزاد جموں و کشمیر نے وقتی طور پر قانون ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لئے نا اہل قرار دیا ہو۔
(ز) وہ کسی ایسے پروپیگنڈے میں مصروف ہو یا ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جس کے تحت نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، سالمیت یا سلامتی یا اخلاقیات یا امن عامہ کے قیام کے سلسلے میں کوئی زد پڑتی ہو یا پاکستان کی عدلیہ پر بد اعتمادی کا اظہار کرے اور اس کی آزادانہ حیثیت پر اثر انداز ہو یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا پھر ان اداروں کا مذاق اڑائے۔
(ح) اخلاقی پستی میں ملوث ہونے کی بنا پر اسے کم از کم دو سال کی سزا دی گئی وہ اور اس کی رہائی کو پانچ سال نہ ہوئے ہوں۔
(ط) کسی بد عنوانی' اقرباپروری یا کسی اور جرم کے تحت پاکستان کی ملازمت سے نکالا گیا ہو تاوقتیکہ اس کی برطرفی کو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر چکا ہو۔
(ی) کسی جرم کے تحت پاکستان کی ملازمت سے ہٹا دیا گیا ہو یا اسے جبری طور پر ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہو' تاوقتیکہ اس کے ہٹائے جانے یا جبری طور پر فارغ خدمت ہونے کو تین سال کا عرصہ نہ گزر چکا ہو۔
(ک) وہ حکومت پاکستان کے زیر نگرانی کسی آئینی ادارے یا ایسے ادارے کی جو حکومت کی ملک میں ہو یا جس میں حکومت حصہ دار ہو یا حکومت اس میں کوئی مفاد رکھتی ہو ملازمت میں رہ چکا ہو اس صورت حال میں ملازمت ختم ہونے کے بعد دو سال کا عرصہ نہ گزرا ہو۔
(ل) کسی بد عنوانی یا غیر قانونی حرکت کرنے پر اسے مجرم قرار دیا جا چکا ہو تاوقتیکہ اس تاریخ کو جس پر مذکورہ حکم موثر ہوا ہو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔
(م) وہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء (نمبر3 بابت 1962ء) کی دفعہ کے تحت سزا پا چکا ہو تا وقتیکہ مذکورہ سزا کو پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔
(ن) وہ خواہ بذات خود یا اس کے مفادیں یا اس کے فائدے کے لئے یا اس کے حساب میں یا کسی ہندو غیر منقسم خاندان کے رکن کے طور پر کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کے ذریعے کسی معاہدے میں کوئی حصہ یا مفاد رکھتا ہو جو انجمن امداد باہمی اور حکومت کے درمیان نہ ہو جو حکومت کو مال فراہم کرنے کے

لئے اس کے ساتھ کئے ہوئے کسی معاہدے کی تکمیل یا خدمات کی انجام دہی کے لئے ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس پیرے کے تحت نااہلیت کااطلاق کسی شخص پر نہیں ہو گا:

(اول) جب مفاد وراثت میں جانشینی کے ذریعے یا وصیت کے طور پر منتقل کیا گیا ہو اس کے لئے چھ ماہ کا عرصہ گزرنا ضروری ہے۔

(دوم) جب کہ معاہدہ کمپنیات آرڈیننس 1984ء (نمبر 47 مجریہ 1984ء) کے کسی ایسی کمپنی نے کیا ہو یا اس کی طرف سے کیا گیا ہو جس کا وہ حصہ دار ہو لیکن کمپنی کے تحت کسی نفع بخش عہدے پر فائز اور مختار انتظامی نہ ہو۔ یا

(سوم) ایک غیر منقسم ہندو خاندان کا فرد تو ہو لیکن اس معاہدے میں جو خاندان کے کسی فرد نے علیحدہ کاروبار کے دوران کیا ہو کوئی حصہ یا مفاد نہ رکھتا ہو۔

اس آرٹیکل میں مال میں زرعی پیداوار یا جنس جو اس نے کاشت یا پیدا کی ہو ایسا مال شامل ہے جسے فراہم کرنا اس پر حکومت کی ہدایت یا فی الوقت نافذ العمل کسی قانون کے تحت فرض ہو یا وہ اس کے لئے پابند ہو۔

(س) وہ پاکستان کی ملازمت میں۔

(اول) کسی ایسے عہدے پر فائز ہو جو کل وقتی نہ ہو جس کا معاوضہ یا تو تنخواہ کے ذریعے یا فیس کے ذریعے ادا کیا جائے۔

(دوم) نمبردار کا عہدہ خواہ اس کا کوئی نام بھی رکھا جائے۔

(سوم) وہ قومی رضا کار کی حیثیت سے گاہے بگاہے مملکت پاکستان کا خدمت گزار ہو۔

(چہارم) کوئی ایسی نوکری جس میں کسی وقت بھی فوجی تربیت یا سروس کے لئے بلایا جا سکتا ہو۔

(ع) اس ذیلی شق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ کسی فی الوقت نافذ العمل قانون کے تحت مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے یا اس کے چناؤ سے کوئی شخص نا اہل ہو سکتا ہے۔ اس آرٹیکل کی ما قبل شقوں کے ساتھ اس ذیلی شق کا موازنہ زیر بحث احکام کے فرق کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔ 14 جون 1986ء کو لاہور ہائی کورٹ سے سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور عبدالستار لالیکا کے خلاف قومی اسمبلی کے رکن سردار آصف احمد علی کی درخواست مسترد کر دی۔ درخواست میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ محمد خان جونیجو اور عبدالستار لالیکا مسلم لیگ کے رجسٹرڈ ہونے سے قبل مسلم لیگ کے صدر اور سیکرٹری جنرل تھے۔

غیر رجسٹرڈ پارٹی کے رکن ہونے کے سبب وہ قومی اسمبلی کی رکنیت کے اہل نہیں رہے اور یہ نا اہلی ختم کرنے کے سلسلے میں حالیہ صدارتی آرڈیننس غیر آئینی ہے۔ اسلئے محمد خان جونیجو ور عبدالستار لالیکا کی قومی اسمبلی کی رکنیت منسوخ کی جائے۔ عدالت عالیہ نے یہ درخواست مسترد کرتے ہوئے قرار دیا کہ درخواست دہندہ عدالت کو یہ باور کرانے میں ناکام رہا ہے کہ وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور عبدالستار لالیکا قومی اسمبلی کی رکنیت کے لئے نا اہل ہو گئے تھے۔

(2) اگر کسی وقت یہ مرحلہ پیش آ جائے کہ کوئی شخص مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کا رکن رہنے کے لئے نا اہل ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں سپیکر' چیئرمین یا جو بھی صورت ہو' اس سوال کا فیصلہ کرنے کے لئے چیف الیکشن کمشنر سے رجوع کرے گا۔ اگر چیف الیکشن کمشنر اس نتیجے پر پہنچیں کہ متعلقہ رکن نا اہل ہو گیا ہے تو پھر وہ مجلس شوریٰ کا رکن نہیں رہ سکے گا اور اس کی خالی نشست پر از سر نو انتخاب کرایا جائے گا۔

# عبادت ذریعۂ بندگی

قرآن حکیم میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا تذکرہ کم و بیش ہر مقام پر ہی ہوا ہے۔ جہاں بھی ایمان کی بات ہوتی ہے وہاں عمل صالح کی بات اس کے ساتھ آ جاتی ہے اس لئے کہ ایمان ایک دعویٰ ہے اور اس دعویٰ پر دلیل عمل ہے ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ پانی زہر آلود ہے اس کے پینے سے بندہ مرجائے گا اسے کوئی نہ پئے اور وہ پی بھی رہا ہے تو اس کی بات سننے والا یہ سمجھے گا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے وہ بات غلط ہے یہ محض بات کر رہا ہے ورنہ تو اگر زہر تھا تو یہ خود نہ پیتا۔ اس کا جو عمل ہے وہ خود اس کے قول کی تردید کر رہا ہے۔ "ایمان" زبان سے کہنا ایک دعویٰ ہے اور اس پر عمل کرنا اصل ایمان ہے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جیسے محدث اور فقہ کے ائمہ ثلاثہ سوائے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے اکثر مفسرین کرام اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان نام ہی عمل کا ہے۔ قرآن حکیم جہاں ارشاد فرماتا ہے **لا یضیع ایمانکم۔** اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا وہاں ایمان سے مراد چونکہ عمل ہے اس سے وہ دلیل دیتے ہیں کہا ایمان عمل ہی کا نام ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کا دعویٰ رکھنا بھی ایک عمل ہے لہٰذا یہ بھی ایمان شمار کیا جائے یہ بھی ایک عمل ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے میں مسلمان ہوں کہ میں اللہ پر یا آخرت پر ایمان لاتا ہوں لیکن یہ بہت کمزور درجہ ہو گا حقیقت ایمان وہی ہو گی جو عمل سے ثابت ہو۔ اب جو عمل بتقاضائے ایمان کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ہر نیکی ہر عمل اللہ کی عظمت بندے کے دل میں راسخ کرتا چلا جاتا ہے اور ہر عمل اس کے اپنے عاجز ہونے' بندہ ہونے' محتاج ہونے کا یقین دلاتا جاتا ہے اس یقین کے بے شمارہ مدارج ہیں ہر مسلمان جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتا ہے اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ میں محتاج ہوں اور اللہ میرا رب ہے اور سب کچھ اسی سے لیتا ہوں وہی میرا معبود برحق ہے اس کے باوجود آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی کو اگر کوئی دنیوی رکاوٹ نہ آئے تو اپنی اس بات پہ قائم رہتا ہے تھوڑا سا دنیوی دباؤ آئے تو اس کے دعوے کے باوجود کہ میری ساری امیدیں اللہ سے ہیں وہ بدل جاتا ہے دوسروں کے در پر چلا جاتا ہے اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتا ہے اور کسی کے خوف سے یا کسی سے کچھ ملنے کی امید پر اس کے در پہ جبہ سائی شروع کر دیتا ہے اسی طرح کوئی دنیوی لالچ میں نہیں آتا لیکن جب اسے کوئی پریشانی' صحت کا خطرہ یا کوئی بیماری آتی ہے تو پھر اسے وہ اللہ کی عظمت یاد نہیں رہتی اور ایسی مختلف حرکات کرتا ہے کہ ایمان کے ساتھ زیب نہیں دیتیں۔ ہر ایک یقین کا اپنا ایک درجہ اور ایک مقام ہے اور ایک مقام یہ بھی ہے کہ کسی گردن پہ تلوار رکھ دی جاتی ہے اس کے باوجود وہ یہ کہتا ہے

کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فرعون کے جادوگر جب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو اس نے کہا کہ تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا زیادتی کی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل گئے۔ میں تمہیں بڑی دردناک سزا دوں گا۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا تمہیں سولی پر لٹا دوں گا انہوں نے کہا "موت کچھ نہیں بگاڑے گی ہمارا جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے ضرور کر۔" **فاقض ماانت قاض۔** اس لئے کہ موت ہمارا بگاڑے گی کچھ نہیں بلکہ موت ہمیں اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا موقع نصیب کر دے گی۔ **انا الی ربنا منقلبون۔** ہمیں تو اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے اور اگر تو جلدی اس کا انتظام کر دیتا ہے تو ہمارا کام تو سہل ہو گیا۔ یہ یقین کا ایک درجہ ہے۔ دنیا کی ساری نعمتیں جب کسی سے چھوٹ رہی ہیں زندگی ہی گئی تو دنیا کی ساری نعمتیں گئیں۔ ہر ایک کے یقین کا الگ درجہ ہوتا ہے لیکن جس درجے کا یقین ہو یہ ضروری ہے کہ اس درجے کی عظمت الٰہی اس پر وارد ہوتی ہے اور اپنے آپ پر بندہ اور محتاج ہونے کا احساس ہوتا ہے لیکن اگر یہ دعویٰ ایمان حقیقت نہ ہو محض دعویٰ ہو تو پھر عبادات بندے میں تکبر پیدا کرتی ہیں اور وہ اللہ کی بڑائی کی بجائے اپنی بڑائی کا قائل ہونا شروع ہو جاتا ہے یہ بڑی عجیب اور بڑی نازک سی بات ہے اور اسے سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے۔ کسی دوسرے کے بارے میں اور آپ' فیصلہ نہیں کر سکتے ہم اگر کہتے بھی ہیں کہ عبادت کا بڑا اثر ہوتا ہے تو ہم غلط کہتے ہیں ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے لیکن جو کیفیات اس کے اپنے اندر پیدا ہوتی ہیں وہ اللہ کریم سے پوشیدہ نہیں ہیں اگر دعویٰ ایمان میں وہ قوت نہ ہو تو بندہ جتنی زیادہ عبادت کرتا ہے جتنی زیادہ تسبیحات پڑھتا ہے جتنے زیادہ ذکراذکار کرتا ہے جتنا زیادہ مجاہدہ کرتا ہے بجائے عظمت الٰہی پیدا ہونے کے اس میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہت اعلیٰ دوسروں سے بہت مقدس حتیٰ کہ اس جگہ جا پہنچتا ہے کہ پھر وہ چاہتا ہے کہ دنیا میں وہی کچھ ہو جو میں کہتا ہوں۔ یعنی اس بندے کے دل میں پھر یہ بات آ جاتی ہے کہ میرے کہنے سے بارش برسے' میرے کہنے سے کسی کو عہدہ ملے میرے کہنے سے کسی کو صحت ملے میرے ناراض ہونے سے دوسرا بندہ بیمار ہو جائے میں خفا ہو جاؤں تو اس کی نوکری چھوٹ جائے اس کے بچے بیمار ہو جائیں یعنی وہ اپنے آپ کو اس مقام پر لے جاتا ہے جو زیب ہی رب جلیل کو دیتا ہے۔ مخلوق کا وہ مقام ہی نہیں ہے وہ مقام و مرتبہ مخلوق کو زیب ہی نہیں دیتا اور یہ سب سے نازک ترین معاملہ ہے کہ بندہ اپنا تجزیہ کرتا رہے عبادات سے ذکر اذکار کرنے سے مجھ میں اپنی بڑائی پیدا ہو رہی ہے یا عجز اور نیازمندی اور عظمت الٰہی بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر تو عبادت کا نتیجہ عظمت الٰہی ہے پھر تو ایمان بھی صحیح ہے وہ عبادت بھی صحیح ہے اور بندہ صحیح سمت جا رہا ہے لیکن اگر سجدے کرنے سے تسبیحات پڑھنے سے عبادات کرنے سے اس میں اپنی بڑائی پیدا ہو رہی ہے تو پھر اسے سوچنا چاہئے کہ کہیں عقیدے میں خرابی یا جس عمل کو وہ عبادت سمجھے ہوئے ہے وہ محض کوئی رسم ہے عمل چونکہ عبادت کا ایک اثر ہے۔ آپ صابن لگاتے ہیں اگر اچھے طریقے سے نہ بھی لگائیں میل تو کاٹے گا اگر کوئی طریقے سے لگاتا ہے ہے تو تھوڑا سا صابن لگائے گا کپڑا صاف ہو جائے گا اگر کسی کو سمجھ نہیں ہے تو صابن زیادہ ضائع کر دے گا لیکن میل تو کٹے گی اگر کوئی نادان بھی ہے اونچ نیچ نہیں سمجھتا تو بھی عبادات بہت نہ سہی کم سہی لیکن اس کا میل کاٹیں گی اس میں عجز و نیاز مندی پیدا ہو گی۔ لیکن اگر عبادت عبادت ہی نہیں صابن صابن ہی نہیں پتھر سے رگڑ رہا ہے اور اس کا انداز بھی صحیح نہیں تو پھر بجائے میل کٹنے کے کپڑا پھٹنے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ تو یہاں اس آیتہ کریمہ میں اس بات کو نمایاں کر کے ارشاد فرمایا گیا

**ان الذین امنو و عملوا الصلحت** وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور پھر عمل صالح کرتے رہے قرآن حکیم نے عمل کے ساتھ صلاحیت کی قید ہر جگہ رکھی ہے۔ اب اگر کسی عمل کے صالح ہونے کا معیار ہماری رائے ہو یقیناً" جتنے بندے ہیں اتنی رائیں ہوں گی کون فیصلہ کرے گا کہ کون سا عمل صالح ہے اس کا فیصلہ بھی کتاب اللہ نے کر دیا کہ **و من یطع الرسول فقد اطلاع اللہ** ہر وہ عمل صالح ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا یا کرنے کا حکم دیا یا اسے ہوتا دیکھ کر پسند فرما لیا۔ جس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پسند پہ ہے وہ عمل صالح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پسند نہیں ہے وہ غیر صالح ہے سادہ سا معیار ہے جو صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے بطور سند لیا جاتا ہے کہ صحابہ سے ثابت ہوتا ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ **علیکم بسنتی و بسکتہ خلفاء الراشدین اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** صحابہ کو حقیقتاً **فنا فی الرسول** حاصل تھا اور صحابہ کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کوئی بات بھی خلاف پسند رسول اور خلاف منشاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں کرتے تھے تو صحابی کا کرنا اس لئے دلیل نہیں بنا کہ صحابی نے کیا۔ اس لئے دلیل بنتا ہے کہ وہ یقیناً" حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پسند ہو گا کہ صحابی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پسند کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات بنتی ہے۔ صحابی کا مقام یہ ہے کہ ہر صحابی اس مقام پہ فائز ہے کہ وہ عمداً" خلاف منشاء رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں کرتا اور اس عمل کا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا ہو گا یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کرتے دیکھا ہو گا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا اس لئے قول صحابہ دلیل ہے تو صلاحیت کی دلیل ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ثابت ہونا۔ فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا۔ ایمان اور عمل صالح کی صحت کی دلیل یہ ہے۔

**و اخبتوا الی ربھم** ○ انہیں اپنے پروردگار کے ساتھ مزید عاجزی نیاز مندی اور اپنی احتیاج کا احساس اور گہرا ہوا۔ **اولئک اصحب الجنتہ** ایسے لوگ جنت کے باسی ہوں گے قرآن حکیم نے جگہ جگہ جنت کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن ہم اس کا انداز بھول جاتے ہیں قرآن حکیم نے نامزد نہیں کیا لوگوں کو فلاں ملک میں فلاں فلاں کا بیٹا جنتی ہے یا فلاں فلاں یا فلاں قوم کا یا فلاں قبیلے کا نہیں۔ قرآن حکیم نے ایک درجہ کاایک معیار یا ایک سٹیٹس بیان کیا ہے اور جنت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے اب ہمارے صوبے میں گورنر ہاؤس ہے اور اس میں بے شمار سہولتیں ہیں لیکن وہاں رہنے کے لئے اگر آپ جلوس نکالیں کہ مجھے گورنر ہاؤس میں رکھا جائے تو کوئی نہیں رکھے گا آپ علم کی ڈگریاں لے جائیں کہ میں اتنا پڑھا لکھا ہوں مجھے گورنر ہاؤس دے دو کوئی نہیں دے گا لیکن اگر آپ گورنر بن جائیں تو آپ کو پکڑ کر لے جائیں گے کہ بھئی آپ کی ذات کے رہنے کی جگہ یہ ہے یہاں سے باہر نہیں رہ سکتے آپ۔ اسی طرح اہل جنت کے لئے بھی رب کریم نے اوصاف بیان فرمائے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم ہر بات پہ جنت کے متلاشی تو ہو جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ یہ عمل بجائے خود اہل جنت کا عمل ہے بھی کہ نہیں۔ ہر رسم کا' ہر رواج' ہر فعل کا نتیجہ ہم جنت سمجھ لیتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ جنت ایک خاص درجے کے لوگوں کی جائے رہائش ہے جیسے یہاں ارشاد ہوا۔

کہ جو ایمان لائے انہوں نے عمل صالح کیا اور ایمان و عمل نے انہیں اللہ کی بارگاہ میں عاجزی عطا کی یہ

جنت کے رہنے والے لوگ ہیں۔ **اولئک اصحب الجنۃ** یہ جنت کے باسی ہیں۔ **ھم فیھا خلدون۔** جو وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ تو یہ چیز ہر بندے کے دیکھنے کی ہے بندے سے قصور ہو سکتا ہے خطا بھی ہو سکتی ہے غلطی بھی ہو سکتی ہے اس لئے کہ کوئی بھی بندہ فرشتہ نہیں بن جاتا اور غلطی سے بالاتر ہونا' معصوم ہونا یہ صفت انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ اس لئے کہ نبی علیہ السلام پر اللہ کی وحی آتی ہے اور جہاں غلطی ہو قصور ہو وہاں وہ لطافت وہ پاکیزگی وہ نورانیت نہیں رہتی کہ اسے خطاب باری سے سزاوار کیا جائے یا وہ اللہ کا کلام سن سکے گا تو نبی علیہ السلام سے غلطی کا امکان ختم کر دیا جاتا ہے۔

اس لئے کسی کو معصوم ماننا یا نبی ماننا ایک ہی معنی ہوتا ہے کسی کو کہیں کہ یہ معصوم عن الخطا ہے تو آپ نے اس کے نبی ہونے کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد ہر آدمی سے غلطی ہو سکتی ہے غلطی کا ہو جانا الگ بات ہے لیکن غلطی کا جواز تلاش کر لینا اور اپنی پسند سے اسے جائز سمجھ لینا یا اس پیشہ بنا لینا اس پر اصرار کرنا یہ مدارج کے منافی ہے۔ ایمان اور عمل صالح کا تقاضا یہ ہے کہ غلطی کا احساس دلا دے اور آدمی فوراً رجوع الی اللہ کرے' توبہ کرے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہی غلطی کرنے سے رک جائے اور جو ہو چکا ہے اس پر اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

اور اس کے بعد جو دوسری آیتہ مبارکہ ہے۔ کم و بیش اسی بات کی مزید وضاحت کرتی ہے کہ اس کائنات بسیط میں اللہ کی ساری تخلیق میں رب کریم نے ہر چیز کو عجیب و غریب کمالات عطا فرمائے ایک چھوٹی سی چیونٹی جس طرح اپنے کنبے اور اپنے خاندان کا انتظام کرتی ہے بڑی بڑی سلطنتیں نہیں کر سکتیں ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی جس نظام سے اپنا کنبہ پالتی ہے جس طرح اپنا گھر بناتی ہے جس اندازے کے چھتے تعمیر کرتی ہے اور جس طرح پھولوں اور پھلوں سے رس حاصل کر کے شہد بناتی ہے تو وہ نظام وہ سسٹم جو اس کا اس اپنی آبادی کو سنبھالنے اور بچے پالنے کے لئے ہے بڑی بڑی حکومتیں اور سلطنتیں نہیں کر پا رہیں چھوٹی چھوٹی مخلوق میں بھی عجیب کمالات رب کریم نے رکھے ہیں۔ پھر بہت بڑے بڑے کمالات عطا فرمائے۔ مختلف تخلیق کو پھر فرشتوں کو بے شمار کمالات عطا فرمائے لیکن سب سے زیادہ کمال انسان کو عطا کئے ہیں۔ انسانوں میں سب سے باکمال ہستیاں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہیں جن کے طفیل انسانیت کو شرف اور عزت ملی۔ ہر نبی علیہ السلام کو عجیب و غریب معجزات اللہ نے عطا فرمائے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

لیکن ساری مخلوق کے کمالات اگر جمع کئے جائیں تو اس سے بھی زیادہ کمالات اللہ نے عطا فرمائے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو۔ جہاں تک کمالات نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعلق ہے تو ایک بڑی خوبصورت بات کہی گئی۔

؎ بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر!

اللہ کے بعد ساری مخلوق میں ساری عظمت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہے اس کے باوجود جب معاملہ رب کریم کے ساتھ آتا ہے تو وہ صاحب کمال ہستی جو ساری مخلوق میں یکتا ہے اسے حکم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ کہہ دیجئے' **ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ** ۔ لوگو! میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں پر میں بیٹھا ہوا ہوں اور جنہیں چاہوں دے دوں اور جنہیں چاہوں نہ دوں دولت میں تقسیم کر رہا ہوں یا صحت میں بانٹ رہا ہوں یا اولاد میں بانٹ رہا ہوں یا بارش میرے کہنے سے برسے گی یا عقل و شعور یا آگہی میں دے رہا ہوں جو کچھ ایک نظام کا کائنات میں چل رہا ہے اور اللہ کے خزانوں سے تقسیم ہو رہا ہے علم ہے مال ہے دولت ہے اقتدار ہے وقار ہے یا

اولاد ہے صحت ہے جو بھی چیز ہے۔ **ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔** فرمایا میرا یہ اعلان اور دعویٰ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانے میرے قبضے میں ہیں۔ **ولا اعلم الغیب۔** اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔

حالانکہ جتنے غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلے سے انسانیت تک پہنچے اور جتنے غیوب پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مطلع فرمایا اس کا حساب نہیں ہے خود ذات باری سب سے بڑا غیب ہے آخرت ابھی تک غائب ہے فرشتے ہماری نظروں سے غائب ہیں عذاب و ثواب قبر غائب ہے حشر کے میدان کی حقیقتیں ہمارے لئے غائب ہیں یہ ساری حقیقتیں جو ایک عام انسان تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچا دیں۔ اس کے باوجود عالم الغیب ہونا یہ رب کی صفت ہے۔ علم غیب وہ علم ہے جو بغیر کسی کے بتائے بغیر کسی ذریعے اور آسرے کے کوئی ذات جان لے۔ اگر کسی کو آپ ٹیلی فون کر کے بتاتے ہیں کہ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے تو کیا وہ کہے گا کہ میرے پاس غیب کی خبر ہے؟ اس میں تو ایک واسطہ آگیا اسے اطلاع ہو گئی۔ ایک آدمی باہر بیٹھا ٹیلی ویژن پر میچ دیکھ رہا ہے یہاں آ کر ہمیں بتاتا ہے کہ فلاں ٹیم جیت گئی۔ فلاں ہار گئی۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ غیب دان ہے؟ نہیں۔ اس کے پاس ایک ذریعہ تھا یہی بات علوم انبیاء علیہم السلام کے بارے اللہ نے ارشاد فرمائی کہ۔

**ما کان اللہ یطلعکم علی الغیب۔ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔** اللہ ہر ایک کو غیب پہ مطلع نہیں فرماتا۔ ہر ایک پر وحی نازل نہیں کرتا۔ ہر ایک پر کشف و الہام و القا کے دروازے نہیں کھولتا لیکن انبیاء علیہم السلام کو اس نے منتخب فرما لیا انبیاء علیہم السلام پر وحی بھی آتی ہے کشف بھی ہوتا ہے اور القا و الہام بھی ہوتا ہے۔ تو علوم انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں کہا جائے گا۔ یہ اطلاع عن الغیب ہے ساری مخلوق سے جو چیزیں غائب ہیں ان پر اللہ انہیں مطلع فرما دیتا ہے۔ کوئی ذریعہ ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام کے پاس اس بات کو جاننے کا اس لئے وہ علم غیب نہیں رہتا۔ لیکن اللہ جو کچھ جانتا ہے اس کے لئے کسی ذریعے کا محتاج نہیں۔ کہ اسے کوئی بتائے یا اسے کوئی دکھائے یا کوئی پڑھائے یا کوئی سمجھائے نہیں۔ وہ ذاتی طور پر جانتا ہے بغیر کسی ذریعے کے جاننا یہ علم غیب ہے۔ اور یہ صرف اللہ کا کام ہے۔

اور اب جو اطلاع عن الغیب دی جاتی ہے وہ رب کی مرضی۔ چاہے تو ساری کائنات منکشف کر دے۔ چاہے تو پاس کی چیز بھی نہ بتائے۔ یہ اس کی مرضی۔ یہ اس کا اور اس کے نبیوں کا معاملہ ہے میں اور آپ یا کوئی دوسرا درجہ بندی کرنے کی حیثیت میں نہیں ہے۔ ہم نبیوں کی جوتیوں کی خاک بھی نہیں ہیں اس قابل بھی نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس درجے میں سمجھیں چہ جائیکہ کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے منازل و مقامات مراتب کی درجہ بندی کرنے لگیں۔ لیکن عقیدے اور ایمان کے لئے بات کو سمجھنے کے لئے قرآن حکیم نے متعدد مثالیں ارشاد فرمائیں مثلاً اولوالعزم رسول تھے ابراہیم علیہ السلام۔

اب کتنی عجیب بات ہے کہ جب انہوں نے بیٹے کی قربانی کا حکم خواب میں سنا بیٹے سے بات کی پتہ تھا بیٹا بھی نبی ہے اور نبی وحی الٰہی کو سمجھتا ہے اور انہوں نے جواب بھی ویسا ہی دیا اپنے بیٹے سے **فلما بلغ معہ السعی۔** اڑھائی تین سال کا بچہ ساتھ دوڑنے لگتا ہے قرآن حکیم نے سال نہیں فرمائے جب ساتھ انگلی پکڑ کر دوڑنے کے قابل ہوا ساتھ پھرنے کے قابل ہوا ساتھ چلنے کے قابل ہوا تو قربان کرنے کے لئے لے تو گئے منیٰ میں وہاں جا کر بیٹے سے بات کی بیٹا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں **فانظر ماذا تری۔** تیرا کیا خیال ہے تو کیا سمجھتا ہے اب وہ بھی الوالعزم

رسول اور رسول کے بیٹے اور رسولوں کے باپ تھے انہوں نے فرمایا **یابت افعل ما تومر۔** سوال دیکھیں جواب دیکھیں وہ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا ہے میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں وہ فرماتے ہیں نبی کا خواب اللہ کی وحی ہوتا ہے یہ خواب نہیں یہ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ بیٹے کو ذبح کرو اور اللہ کا حکم جو ہوتا ہے اس میں نبی مشورے نہیں لیا کرتے **یاابت افعل ما تومر۔** جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں آپ یہ جو مشورہ کر رہے ہیں مجھے پتہ ہے کہ اس لئے نہیں کر رہے کہ آپ میں کوئی کمزوری ہے آپ مجھے بچہ اور کمسن اور چھوٹا سمجھ کر مشورہ کر رہے ہیں کہ کہیں میں چیخنا چلانا نہ شروع کر دوں **ستجدنی ان شاء اللہ من الصبرین۔**

تو آپ علیہ السلام نبی ہیں میں بھی اللہ کا نبی ہوں آپ کو گردن کاٹنے کا حکم ہے تو مجھے کٹوانے کا حکم ہے آپ صبر کریں گے تو میں بھی کر گزروں گا۔ اب آپ خود سوچئے کہ کسی بھی عام بندے کو بتا دیں کہ تیرا بیٹا ذبح نہیں کروں گا اور بیٹے کو بھی بتا دیں کہ تجھے ذبح نہیں کریں گے بس وہاں ذرا میدان میں بیٹا لٹا دو اور تم اس کی گردن پر چھری رکھو پھر اٹھ کر دنبہ ذبح کر دو کون بچہ ہے جو یہ ڈرامہ نہیں کر سکتا کون باپ ہے جو اتنا نہیں کر سکتا اگر ابراہیم علیہ السلام کو اگر اسماعیل علیہ السلام کو یہ خبر ہوتی کہ ذبح تو جنت کا دنبہ ہو گا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح نہیں ہونا ابراہیم علیہ السلام کو بھی یہ خبر ہوتی۔ اسماعیلؑ کو بھی خبر ہوتی تو پھر یہ محض ایک ڈرامہ تھا پھر اس میں عظمت کی کوئی بات نہیں تھی۔ یقین تھا ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کو ذبح کرنا ہے اور یقین تھا اسماعیلؑ کو کہ مجھے ذبح ہونا ہے بچے کو لٹا لیا آنکھوں پر پٹی باندھ لی اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی چھری تیز رکھ کر گردن پر چلائی گردن کاٹ دی خون بہنے لگ گیا تب چھوڑا جب تڑپنا بھی ختم ہو گیا جب چھوڑا اور سمجھ لیا کہ اسماعیل علیہ السلام ذبح ہو گیا آنکھ کھولی تو اسماعیل علیہ السلام کھڑا ہوا تھا اور دنبہ ذبح ہو گیا تھا حیران ہو گئے کہ میری قربانی رائیگاں گئی یا کیا ہوا فوراً" اللہ کی طرف سے خطاب ہوا آپ نے جو کرنا تھا کر دیا میری حکمت ہے یہ میری پسند ہے یہ میری مرضی ہے آپ نے اپنے خواب کی تعبیر جو تھی اور تعمیل ارشاد جو تھی آپ نے کر دی آپ نے اپنا کام کر دیا اب اتنی چھوٹی سی بات میں دو رسولؑ ہیں باپ بھی بیٹا بھی دونوں دانا تر ہیں دونوں وحی الٰہی کے سزا وار ہیں رموز وحی کو سمجھتے ہیں لیکن دونوں کو یہ پتہ نہیں کہ ذبح دنبہ ہو گا دنبہ ذبح ہوا تو سمجھ آئی کہ ذبح تو دنبہ ہو گیا۔ اگر انہیں پہلے بتا دیا جاتا تو بتائیں اس میں کیا غیب رہ جاتی؟ اللہ کا کام ہے یہ ابراہیم علیہ السلام وہی ہیں جن کے بارے میں قرآن حکیم میں آتا ہے۔

**وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض** ۔ کہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے لئے کھول کر رکھ دی۔ چلو دیکھو کیا آسمانوں میں ہے یا کیا زمینوں میں ہے۔ ایک لمحہ ایسا تھا وہی ابراہیم ہیں جنہوں نے سوال کیا کہ بارالہا یہ مرے ہوئے کیسے زندہ ہوں گے میں مانتا تو ہوں لیکن دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا ہو گا ہڈیاں گل سڑ جائیں گی خون بکھر جائے گا گوشت پوست خاک ہو جائے گا فرمایا چار پرندے لے لیجئے انہیں ذبح کیجئے اور مختلف پہاڑوں پر پھینک دیجئے تو آپ نے ان کا گوشت ہڈی ہر چیز اکٹھی کر کے کوٹ کاٹ کے وہ ساری چٹنی بنا کر کچھ کہیں پھینک دی کچھ کہیں پھینک دی اور فرمایا اب ایک ایک کو بلاتے جاؤ جس کو بلاتے تھے خون کے ذرات پروں کے ٹکڑے ٹوٹے ہوئے گوشت کچلا ہوا کھال کے ریزے ہر ایک چیز کوئی کہیں سے آ رہی ہے کوئی کہیں سے آ رہی ہے اور ان کے سامنے پرندہ مکمل ہو کر زندہ ہو گیا۔

وہی ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہیں یہ ساری باتیں دکھائی جا رہی ہیں وہی ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہیں اتنا نہیں دکھایا گیا کہ اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہو گا قربانی

کے بعد پتہ چلا کہ اللہ کو یہ منظور تھا اور صرف ہمارا کمال اتباع جو تھا وہ مخلوق کو دکھانا مقصود تھا۔

اسی طرح یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآن حکیم میں موجود ہے کہ یوسفؑ باپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا دوسرے بیٹوں نے آ کر کہا کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا ہے تو وہ کہتے تھے نہیں یہ ممکن نہیں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی جھوٹ بولتے ہو تم۔ تم نے کچھ کیا ہے لیکن وہ چند میل شہر سے باہر اندھے کنویں میں پڑے تھے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کہاں ہیں تیئس برس تک اس یقین پر زندہ رہے کہ یوسف زندہ ہیں کس حال میں ہیں کہاں ہیں یہ اللہ ہی جانے۔ اس دکھ سے اس غم سے ان کی جدائی سے روتے روتے **وابیضت عینہ من الحزن۔** آنکھیں سفید ہو گئیں بینائی جاتی رہی لیکن پتہ نہیں تھا کہ کہاں ہیں یہ بات دل میں تھی کہ زندہ ہیں ان کا خواب جو تھا اس کی تعبیر بھی یہ ہے کہ وہ نبی مبعوث ہوں گے............ لیکن کہاں ہیں کس حال میں ہیں اللہ ہی جانے اور جب رب نے چاہا جب بھائی مصر پہنچے تیئس برس مفسرین کے مطابق گزر چکے تھے تو بھائیوں پر جب منکشف ہوا یوسف علیہ السلام ملے تو آپ علیہ السلام نے حال پوچھا انہوں نے بتایا کہ اب والد بزرگوار ضعیف ہو چکے ہیں اور رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں تو انہوں نے اپنی قمیض اتار کر ایک خادم کو روانہ کیا کہ جاؤ میرے باپ کو یہ قمیض دو کہ وہ اپنی آنکھوں پر ملیں اس کی برکت سے ان کی بینائی درست ہو جائے گی اب وہ قمیض والا جو قافلہ تھا وہ جب مصر سے روانہ ہوا تو وہ کنعان میں بیٹھے ہوئے کہنے لگے **انی لاجد ریح یوسف۔** یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

؎ کسے پرسید آں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیرے خرد مند

کسی نے بزرگ سے پوچھا جس کا بیٹا گم ہوا تھا یعقوب علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ آپ کی عقل و دانائی آپ کے علم کی وسعت معلوم

؎ زمصرش بوئے پیراہن شمیدی

تیرا کمال یہ ہے کہ مصر سے یوسف علیہ السلام کا کرتہ شہر سے باہر نکلا تو آپ علیہ السلام کو اس کی خوشبو کنعان میں آئی۔

؎ چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

تو جب یوسف علیہ السلام کنعان ہی کے کنویں میں پڑا تھا اس وقت آپ علیہ السلام کو پتہ کیوں نہیں چلا کہ میرا یوسف چند کوس باہر کنویں میں پڑا ہے آپ نے فرمایا

؎ بگفت احوال ما برق جہان است
دمے پیدا دمے دیگر نہان است

فرمایا ہمارا حال ایسا ہوتا ہے جیسے آسمانی بجلی جب اللہ چمکاتا ہے ساری کائنات روشن کر دیتا ہے غائب ہو جاتی ہے تو کچھ بھی پلے نہیں پڑتا۔

؎ گہے برطارم اعلیٰ نشینم۔ کوئی لمحہ ایسا آتا ہے کہ عرشِ مُعلیٰ تک ہم پر کھل جاتے ہیں ؎ گہے برپشت پائے خود نہ بینیم۔ کوئی لمحہ ایسا بھی آتا ہے کہ جیسے عام آدمی دیکھ رہا ہوتا ہے ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ یعنی انہوں نے سارا ہی معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا کہ جب وہ چاہے ساری کائنات منکشف کر دے چاہے تو جو چیز ایک آدمی دیکھ رہا ہے ظاہرا" دوسرے کو دکھائی نہ دے یہ اس کے دست قدرت میں ہے۔

فرمایا کہہ دیجئے میرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اللہ کے خزانوں پر میں بیٹھا ہوں حالانکہ حق یہ ہے کہ جتنے اللہ کے خزانے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل تقسیم ہوئے اس کا حساب نہیں **انما انا قاسم واللہ یوتی۔** اللہ دیتا جاتا ہے میں لٹاتا جاتا ہوں میرا کام ہی بانٹنا اور لٹانا ہے اس کے باوجود دینا اس کا کام ہے اس کے خزانوں پر قبضہ نہیں ہے خالق خالق ہے مخلوق مخلوق ہے۔ یہ بھی کہہ

دیجئے۔

**ولا اعلم الغیب**۔ کہہ دیجئے میں عالم الغیب نہیں ہوں **ولا اقول انی ملک** اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ میں کوئی اللہ کی الگ مخلوق یا مافوق الفطرت فرشتہ ہوں۔ میں انسان ہوں۔

اس بندے کے لئے جو دو دن تہجد پڑھ لے' یا چار دن تسبیحات پڑھ لے تو خود کو مافوق الفطرت سمجھنا شروع کر دیتا ہے اس بندے کے لئے جو سمجھتا ہے کہ میں نے بڑی عبادت کی اب جو میں کہوں وہ ہونا چاہئے یہ اس سے ذرہ ملائم کر کے لکھتے ہیں مجھے بھی کئی لکھتے ہیں کہ "جی میری دعا قبول نہیں ہوتی" دراصل کہنا تو بندہ یہی چاہتا ہے کہ میری حکومت ہو کار گاہ حیات پر تھوڑا سا پولائٹ کر کے لکھتے ہیں کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ دعا تو دعا ہوتی ہے دعا کوئی حکم ہے جو مانی جائے؟ اگر آپ کو یہ شکوہ ہے کہ قبول نہیں ہوتی تو پھر آپ اس کے دعا ہونے کے قائل نہیں ہیں پھر آپ اسے حکم کا درجہ دے رہے ہیں کہ اس کی ضرور تعمیل ہونی چاہئے۔

دعا کا حاصل تو یہ ہے کہ بندے کو اللہ سے بات کرنے کی سعادت مل گئی یہ کم ہے کیا ہوتا ہے کیا نہیں ہوتا یہ اس کا کام ہے۔ ہم اپنی دنیوی زندگی میں تو یہ سمجھتے ہیں کہ آج وزیر اعظم' صدر' کوئی وزیر' کوئی گورنر' ڈپٹی کمشنر یا تحصیلدار ہی کسی کو بلا کر اس کی بات سن لے' مانے یا نہ مانے' اس کی تھکاوٹ اتر جاتی ہے کہ بات کرتے وقت میری بڑی عزت ہوئی مجھے سب سے الگ بلایا بھی میری بات بھی سنی وہاں تو کوئی نہیں کہتا جو میں نے کہا ہے وہی اس حاکم نے گورنر نے یا صدر نے کیوں نہیں مانا۔ مانے نہ مانے بات تو سنی۔ مجھے عزت دی مجھے پاس بٹھایا میری بات سنی تو کیا رب العلمین کی طرف یہ کلمہ سمجھ میں نہیں آتا۔ ساری کائنات کا واحد مالک' خالق پروردگار ہے اور مجھے بات کرنے کی توفیق دے رہا ہے اس سے براہ راست بات کرنے سے بڑی بات ہے اور کیا ہو گی؟

لیکن بندے میں جب بگاڑ آتا ہے اور اپنے آپ میں اپنی خدائی کا قائل ہونے لگتا ہے تو بغیر کسی اعلان کے جنگ ہوتی ہے۔ بغیر اعلان کے جنگ کے ایک خدائی ہوتی ہے۔ فرعون کی طرح اعلان کر کے کہ **انا ربکم الاعلیٰ**۔ عام آدمی اعلان تو اللہ کی خدائی کا کرتا ہے لیکن منوانا بندہ اپنی چاہ رہا ہوتا ہے۔ اللہ کے نام پر اپنی خدائی منوانا چاہتا ہے۔ اس مخمصے میں پڑ جائے تو پھر کہتا ہے جو میں کہتا ہوں وہ کیوں نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا **ولا اقول انی ملک** ۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں حالانکہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خادم ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں انسان ہوں۔

**ولا اقول الذین تزدری اعینکم لن یوتیھم اللہ خیرًا**۔ اور وہ غریب فقیر مفلس دنیا کے اسباب سے محروم جس کے پاس دولت نہیں ہے جس کے پاس عہدہ نہیں ہے جس کے پاس طاقت نہیں ہے لیکن وہ اللہ کے ساتھ یقین و ایمان لئے بیٹھے ہیں اور یہ بڑے بڑے دولت مند ان سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں "یہ جنت میں جائیں گے؟ اللہ انہیں اپنے پاس بٹھائے گا؟" فرمایا : میں ایسا نہیں ہوں کوئی اگر کہتا ہے مفلس کہتا ہے کہتا رہے کسی غریب یا مفلس یا دنیوی اعتبار سے کمزور ہونے والے اللہ کے بندے کے متعلق میں یہ نہیں سوچتا کہ اسے اللہ کے نزدیک بھی عظمت نصیب نہیں ہے یہ غیر اسلامی سوچ ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ انہیں عظمتیں نہیں دے گا انہیں قرب سے نہیں نوازے گا ان پر انعام نہیں کرے گا۔ دنیا میں دنیا کا ہونا یا نہ ہونا ایک الگ بات ہے اور اللہ کا قرب ہونا یا نہ ہونا یہ بھی ایک الگ بات ہے اس لئے کہ۔

**اللہ اعلم بما فی انفسھم**۔ اس لئے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے ایک

باقی صفحہ نمبر ۳۷ پر

# نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور معاشرتی بہبود

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

## معاشرتی بہبود کا مفہوم اور دائرہ عمل:

اسلام میں معاشرتی بہبود کے تصور پر گفتگو سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی بہبود کے مفہوم اور خصوصاً" مختلف ممالک میں اس کی سرگرمیوں کے دائرہ عمل کی وضاحت کریں۔ معاشرتی بہبود کا انگریزی ترجمہ سوشل ویلفیر ہے اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی جلد ۲۹ کے صفحہ ۴۲۱ پر اس کی تشریح و توضیح یوں کی گئی ہے۔

"The basic concern of social welfare is with poverty disability and disease. The dependent young and elderly are as old as society itself"

فاضل مقالہ نگار اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ معاشرتی بہبود کا بنیادی تصور غربت کا خاتمہ معذوروں کی امداد اور امراض کا انسداد ہے۔ معاشرتی بہبود کے دائرہ کار میں بچے بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہیں۔ اور ان سب کی فلاح و بہبود کا ہی دوسرا نام معاشرتی بہبود ہے۔ اور یہ تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود معاشرہ معاشرتی بہبود کا تصور دنیا کے تمام مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں نظر آتا ہے۔ خصوصاً بدھ مت کے پیرو اشوک کی تفصیلات اس ضمن میں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر ہم قدیم یونان اور روم کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان کے ہاں بھی معاشرتی بہبود کا تصور ملتا ہے۔

معاشرتی بہبود ایک ایسا موضوع ہے جو بڑا جامع اور ہمہ گیر ہے تاہم اس کا بنیادی فلسفہ خدمت خلق میں ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے فاضل مصنف نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے انیس ایسے موضوعات کا ذکر کیا ہے جو معاشرتی بہبود سے متعلق ہیں۔ ان کی وضاحت یقیناً اہل فکر و دانش کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

### ۱۔ اقلیتوں کا احترام:

وہ طبقے جو معاشرہ میں تہذیبی اعتبار سے یا سماجی اعتبار سے حقیقی احترام سے محروم ہیں۔ ان کی اہمیت کو تسلیم کرنا اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھنا۔

### ۲۔ معذور اور فاتر العقل افراد کی حفاظت:

معذور اور فاتر العقل افراد کی حفاظت اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے اہتمام اور انتظام کرنا۔

### ۳۔ عمر رسیدہ اشخاص کی نگہداشت

مغربی ممالک میں ایسے افراد کی ضروریات کی پیش نظر خصوصی سہولیات کا انتظام سرکاری اور نیم سرکاری سطح پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ عمر کے اس حصے میں یہ لوگ خاص توجہ کے مستحق ہوئے ہیں۔ ا

۴۔ غریبوں اور مسکینوں کی امداد:

غریبوں اور مسکینوں کی امداد کے ذریعے معاشرے میں ان کو باوقار مقام دلانے اور اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل بنانا بھی سماجی بہبود کا اہم شعبہ ہے۔

۵۔ جرائم پیشہ افراد اور اشخاص کی بحالی:

جرائم پیشہ افراد اور اشخاص کی بحالی تاکہ یہ لوگ اپنی غلطیوں اور جرائم کے ارتکاب کے بعد اپنی اصلاح کر سکیں اور وہ اپنی توانائیوں کو صحت مند سرگرمیوں میں صرف کر کے شریفانہ زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔

۶۔ ایسے مریض جو جنسی امراض یا نفسیاتی مسائل کاشکار ہوں:

ایسے مریض جو جنسی امراض یا نفسیاتی مسائل کا شکار ہوں ان کی مناسب تعلیم و تربیت اور اصلاح ذات کے لئے فلاح و بہبود۔

۷۔ خواتین کا طبقہ

خواتین کا وہ طبقہ جو حالات کی ستم ظریفوں یا معاشرتی مجبوریوں کی وجہ سے اخلاقی کمزریوں میں مبتلا ہو ان کی ہدایت و رہنمائی کے انتظامات یا منصوبوں کی تشکیل۔

۸۔ منشیات کے استعمال کے خلاف جدوجہد:

منشیات کے استعمال کے خلاف عوامی اور قومی سطح پر جدوجہد تاکہ اس لعنت کے عادی افراد کو معاشرہ کا ذمہ دار فرد بنایا جا سکے۔

۹۔ محروم افراد کی بہبود:

وہ افراد جو محرومیوں سے مغلوب ہو کر زندگی سے فرار حاصل کرنے کے لئے خود کشی کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افراد کی تعداد خصوصا یورپ میں زیادہ ہے کیونکہ وہاں روحانیت کا پہلو مادی زندگی سے غائب ہو چکا اور اخلاقیات کا عنصر ناپید ہے۔ ایسے افراد کو مختلف تحریکات کے ذریعے افسردگی اور بددلی کے خول سے باہر نکالنے کی تدابیر کرنا۔

۱۰۔ خاندان کے افراد کے عیادت:

خاندان کے افراد کی عیادت کرنا اور بیماری یا مشکلات میں ان کی اعانت اور عملی امداد کرنا۔ اس میں خوراک اور ادویات کی فراہمی بھی ہوسکتی ہے۔

۱۱۔ زچہ و بچہ کی بہبود:

یتیم بچوں کی نگہداشت ایسے بچے جن کے حسب و نسب کا علم نہیں ان کی فلاح و بہبود کے لئے Serivce Day Care مہیا کرنا۔

۱۲۔ نوجوانوں کی بہبود:

نوجوان طبقے کو مصروف رکھنے کے لئے مختلف تحریکات مثلا بوائے سکاوٹس یا گرل گائیڈ کا قیام۔ جس طرح یورپ میں اتیھلیٹکس، کیمنگ، ہائیکنگ وغیرہ کا باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت انتظام کیا جاتا ہے اور اس طرح سرگرمیوں کی تشکیل میں .Y.M.C.A جیسے ادارے موثر کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۳۔ دیہاتوں سے شہر منتقل ہونے والوں کی بہبود:

دیہاتوں سے شہروں میں منتقلی کے موقع پر لوگوں کو رہائشی مشکلات ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے رہائشی مسئلہ عموما پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ لہذا معاشرتی بہبود کی تنظیمیں اس طرح کے لوگوں کو پر سکون زندگی کے حصول میں معاون ہو سکتی ہیں۔

۱۴۔ ناگہانی حادثات سے بچاؤ تراکیب اور امداد:

ناگہانی حادثات کی نوعیت کسی طرح کی بھی ہوسکتی ہے۔ مثلا زلزلے، سیلاب، طوفان، آج کل اس طرح کی

آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مختلف قسم کی بین الاقوامی ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ جیسے .W.H.O یا .I. L. O پاکستان میں ایدھی ویلفیر کے منصوبے اپنی افادیت کے لحاظ سے فلاح و بہبود کے حوالے سے روشن اور تابندہ مثال ہیں۔

### ۱۵۔ معاشرے کی بہ اعتبار مجموعی ترقی و بہبود:

معاشرے کی مجموعی اعتبار سے ترقی و بہبود جس میں ہر طبقہ استفادہ کر سکے۔ اسے انگریزی میں Commumity Develpment کہتے ہیں۔

### ۱۶۔ نفسیاتی امراض کا تدارک:

نفسیاتی امراض کی روک تھام اور مریضوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا۔

### ۱۷۔ تعلیمی میدان میں بہبود یعنی Scheme Social Service

ایسے بچے جو مختلف الجھنوں کی بنا پر جنسی جرائم یا منشیات کی لعنت کا شکار ہو جائیں۔ ایسے بچوں کو عدالتی دنیا سے نکالنے کے بعد اس انداز سے ان کی تربیت کرنا کہ وہ جرم و گناہ سے دور رہ کر صحت مند زندگی کی طرف آمادہ ہو سکیں۔

### ۱۸۔ مہاجرین کی آباد کاری اور امداد:

پاکستان کے حوالے سے یہ بڑی توجہ طلب ہے کہ افغان مہاجرین کی مقامی زندگی میں رہائش و خوراک کی سہولتوں کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ان کے لئے گزر اوقات کے ایسے حالات پیدا کئے جائیں تاکہ وہ آبرو مندانہ زندگی گزار سکیں۔

### ۱۹۔ بھکاریوں کا مسئلہ:

بھکاری ہمارے ملک میں ہی نہیں دنیا کے دیگر ممالک میں بھی ایک سنگین مسئلہ کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کی اصلاح اور اخلاقی تربیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

## مختلف ممالک میں اس کی اہمیت اور پس منظر:۔

مندرجہ بالاانیس موضوعات ایسے ہیں جو معاشرتی بہبود کے دائرہ کار میں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جدید دور میں معاشرتی بہبود کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ جنگ عظیم اول اور دوم میں بے شمار خاندان تباہ برباد ہوئے۔ بے شمار بچے یتیم اور کروڑوں نوجوان معذور ہوئے۔ جنگ کی ان ہولنا کیوں نے بھی معاشرتی بہبود جیسے اداروں کی نوع انسانی کی خدمت کے لئے موثر کردار ادا کرنے کی تحریک دی ہے۔ موجودہ دور کا تحفظ ایک اعتبار سے معاشرتی بہبود ہی کی ایک صورت ہے۔ جس کا ابتدائی خاکہ ہمیں ۱۸۸۰ سے نظر آتا ہے۔ انیسویں صدی میں مغربی یورپ اور شمال امریکہ میں Charity Organisation Society کا قیام اور جرمنی اور ہالینڈ وغیرہ میں اس قسم کے خیراتی اداروں کا وجود ملتا ہے۔ ان سب کی غرض و غایت دراصل خدمت خلق ہی ہے جو معاشرتی بہبود کی روح ہے۔ آسٹریلیا میں اس قسم کے ادارے حکومت کی نگرانی میں کام کرتے ہیں اور وہ نظام ہمارے ملک کے لوکل گورنمنٹ یایونین کونسل کی طرح ہے۔ جب کہ فرانس میں اس طرح کے فلاحی ادارے زیادہ تر محکمہ تعلیم کی مدد سے کام کرتے ہیں۔ جرمنی سویڈن' ڈنمارک' ناروے ایسے ممالک ہیں جو جو فلاحی ریاست کہلاتے ہیں۔ ان ممالک میں لوکل گورنمنٹ زیادہ تر ایسے منصوبوں کی تشکیل و ترویج کی ذمہ دار ہے۔ معاشرتی بہبود کا تصوز اور اپنی مدد اپ کا فلسفہ جاپان اور یورپ کے علاوہ اشتراکی ممالک مثلاً" چین اور روس میں بھی کار فرما ہے۔ وہاں بھی سرکاری طور پر ایسے قوانین نافذ کئے گئے ہیں جن کے نتیجہ میں معاشرتی بہبود کا عمل معاشرے کی مختلف سطحوں پر واضح طور پر نظر آتا ہے چین میں Marriage Law 1950 کے آرٹیکل ۱۳ میں لکھا ہے Children and parents are

jointly responsible for mutual support in hardship and oldage یعنی والدین اور بچوں کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ مشکلات کے ایام اور بڑھاپے کے زمانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس قانون کے ذریعے حکومت نے نوجوان اولاد کو ایک لحاظ سے پابند کیا ہے کہ وہ بڑھاپے میں والدین کو بے سہارا نہ چھوڑیں۔ آج کے صنعتی ترقی کے دور میں مشینری کی فراوانی کی وجہ سے انسانی زندگی ہے لحظہ بے یقینی سے دو چار ہے۔ مزدوروں کی جان کے ضائع ہونے اور مختلف اعضا کے ضیاع کی صورتیں آئے دن پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں بین الاقوامی مزدور تنظیم (International Labour Organisation) نے ایسے قوانین بنوائے ہیں جن کے طفیل مزدوروں کی داد رسی ہوتی ہے۔ اور وہ معاوضہ کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی اس قسم کے قوانین موجود ہیں۔ جن کے تحت مالک یا آجر مزدور کے جانی نقصان کی صورت میں اس کو معاوضہ ادا کرنے کا قانوناً پابند ہے۔ دنیا کے تقریباً چوالیس ممالک میں اس قسم کے قوانین پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف ٹیکسوں کی وصولی سے بھی حکومت معذوروں اور ضرورت مندوں کی کفالت کا انتظام کرتی ہے تاکہ ایسے افراد کی بحالی سے متوازن معاشرہ کی تعمیر ہو سکے۔

## معاشرتی بہبود کا تصور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اس تفصیل سے مجھے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ خدمت خلق یا معاشرتی بہبود کا یہ مروجہ تصور انیسویں صدی کے بدلتے ہوئے حالات کی پیداوار ہے اور یہی تصور آج دنیا کے بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں مختلف صورتوں اور مختلف ضابطوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ہمیں اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے یہ تصور اپنی حقیقی روح کے ساتھ آج سے چودہ سو سال پہلے نظر آتا ہے۔ قرآن کریم کی بیشمار آیات مبارکہ معاشرتی بہبود یا خدمت خلق کے فلسفہ کی وضاحت کے لئے پیش کی جاسکتی ہیں اور پھر آقائے نامدار کی حیات طیبہ کا ہر پہلو خدمت خلق کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ تاریخ اسلام کے ایسے بے شمار واقعات خدمت خلق یا معاشرتی بہبود کے تصور کی تائیدو حمایت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جو آج بھی کسی مثالی معاشرہ کی تعمیر کے لئے چراغ راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ آج کی دنیا اگر کوڑھ کے مریضوں کی نگہداشت کے سلسلہ میں مشہور زمانہ خاتون مدر ٹریسا (Mother Tressa) پر فخر کر سکتی ہے۔ تو ہم حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے چودہ سو سال قبل جنگ کے دوران زخمیوں کو پانی پلانے کا کارنامہ سر انجام دیا اور خدمت خلق کا عملی نمونہ پیش کیا۔ یہ محمد عربیؐ کی انقلابی تعلیمات کا کرشمہ تھا کہ ایسی حیا دار اور پاکباز خواتین بھی خدمت انسانی کے جذبے سے سرشار ہو کر زخمیوں کی تیمار داری فرمایا کرتی تھیں۔ مسلمانوں کے اس عظیم ترین ضابطہ حیات اور مجموعہ تعلیمات قرآن مجید ہے جو تین سو علام کا مجموعہ ہے لیکن یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ خدمت خلق اور معاشرتی بہبود کے فلسفہ پر گفتگو کرتے ہوئے ہمارے دانشور اور ارباب اختیار مغرب کے فلسفے اور یورپ کی مثالیں تو دیتے ہیں لیکن اسلام اور قرآن میں تدبر اور تفکر نہیں کرتے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس موضوع پر اسلام نے جس قدر شدت سے زور دیا ہے اور قرآن پاک یا سنت نبوی یا احادیث مبارکہ میں اس موضوع پر جس قدر شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر مواد ملتا ہے شاید ہی دنیا کے کسی نظام زندگی میں اس کی مثال پیش کی جاسکتی ہو۔ ہرچند قرآن حکیم میں اس موضوع پر مختلف مقامات پر ہدایات موجود ہیں۔ تاہم میں قرآن کریم کی سورہ توبہ کی وہ آیات مبارکہ سب سے پہلے پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ جن میں ہمارے

سماج کے ایک مخصوص طبقے مساکین اور فقراء کی اعانت و دستگیری اور بحالی کی تلقین ملتی ہے۔

**انما الصدقت للفقر والمسکین والعملین علیھا والمئولفۃ قلوبھم و فی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم**

زکوۃ کا مال تو غریبوں مسکینوں اور زکوۃ کے صیغہ میں کام کرنے والوں اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دلوں کو اسلام کی طرف ملانا ہے اور گردن چھڑانے میں جوتا وان بھریں ان میں اور خدا کی راہ میں اور مسافر کے بارہ میں یہ خدا کی طرف سے ٹھہرایا ہوا ہے' اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے (اس لئے اس کی یہ تقسیم علم و حکمت پر مبنی ہے)"

ان آیات مبارکہ پر آپ غور فرمائیں تو ان میں فقراء اور مساکین کے لئے زکوۃ اور صدقات دینے کی واضح ہدایت موجود ہے سورہ حج کی آیات مبارک نمبر ۲۲ اور ۳۶ میں بھی ارشاد ربانی ہے کہ جو لوگ غربت اور تنگ دستی کی بنا پر بھیک مانگتے ہوں ان کو صداقات دیں۔ لیکن میں اسلام کے حوالے سے بھیک مانگنے کی وضاحت اس طرح بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام اس انداز کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اسلام میں محنت کی عظمت اور رزق حلال کے لئے جدوجہد کا پیغام ملتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اس لحاظ سے اسلام میں بھیک مانگنا قطعا ناجائز اور حرام ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھیک مانگتا ہوگا قیامت کے دن اس کے چہرے کا گوشت غائب ہوگا۔ یعنی چہرہ گوشت سے خالی ہوگا۔ ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص مانگتا ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی لیکن یہ بھی پیش نظر رہے کہ جو لوگ حالات اور حوادث کے نتیجے میں تنگ دست اور مفلوک الحال ہوں اور کسی کے سامنے دست طلب دراز بھی خود داری کی بنا پر نہ کرتے ہوں۔ ایسے لوگ زکوۃ و صدقات کے مستحق ہیں۔ خصوصا قرابت داروں اور رشتہ داروں میں ایسے افراد کا حق فائق ہے۔ معاشرتی بہبود کے حوالے سے سلام نے جس دوسرے طبقے کی پرسرتی اور اعانت کے لئے خصوصی تلقین کی ہے وہ تیموں کا طبقہ ہے۔ سورۃ النساء کی یہ آیات تیموں کے حقوق غصب کرنے والوں اور ان کا مال کھانے والوں کے لئے واضح تنبیہہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

**ان الذین یا کلون اموال الیتمی ظلما انما یا کلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیر (النساء)** (بیشک جو لوگ ظلم کرتے ہوئے تیموں کا مال کھاتے ہیں وہ پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں اور جلد ہی دوزخ میں پہنچیں گے)

ابن ماجہ میں ہے کہ مسلمانوں کا بہترین گھروہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان کیا جا رہا ہو اور مسلمانوں کا بدترین گھروہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جا رہا ہو۔ ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ جس نے یتیم کے سرپر ہاتھ پھیرا اور اللہ کی رضا کی خاطر پھیرا تو اس کے لئے ہر بال کے بدلے میں نیکیاں ہیں۔ ان تفصیلات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یتیم کی سرپرستی کرنے والون کا اسلامی معاشرہ میں کتنا بلند مقام ہے۔ معاشرتی بہبود کے حوالے سے ایک اور طبقہ جس کی خدمت پر اسلام نے خاص پر زور دیا ہے وہ طبقہ والدین کا ہے۔ مغربی طرز زندگی پر گفتگو کے ضمن میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بوڑھے افراد او عمر رسیدہ والدین کو اولاد اپنی توجہ سے محروم کر دیتی ہے اور انہیں یا تو گھروں سے نکال دیتے ہیں یا Old Age Persons Home میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے ادارے فلاحی تنظیمیں یا حکومتی سرپرستی میں قائم ہوتے ہیں۔ لیکن تہذیبی ترقی کے یہ

دعوے دار اپنے والدین کو ملتے تک نہیں اور انہیں عمر کے اس موڑ پر بے آسرار و تنہا چھوڑ کر خود عیش و آرام میں بد مست رہتے ہیں۔ میں نے گزشتہ سطور میں چین کی حکومت کے اس آئینی اقدام جو Law 1950 Marriage کا آرٹیکل نمبر ۳ کہلاتا ہے میں بتایا ہے کہ کس طرح چین کے حکومت نے بوڑھے والدین کی نگہداشت اور حفاظت کے لئے اولاد کو پابند بنایا ہے تاکہ عمر رسیدگی کی اس منزل پر وہ ذہنی کرب سے نجات حاصل کر سکیں۔ یہ مثال تو عصر حاضر کے ایک ترقی یافتہ ملک کی ہے۔ لیکن اسلام کی ازلی تعلیمات اور ابدی صداقتوں پر قربان جاؤں جس نے قرآن کی زبان میں آج سے چودہ سو سال پہلے اولاد کو یہ تلقین کی تھی کہ والدین کواف تک بھی نہ کہو اور ان سے گفتگو میں اپنا لہجہ تک نرم رکھو۔ بے شمار احادیث مبارک والدین سے شفقت و محبت اور حسن سلوک کے بارے میں موجود ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا نماز، صدقہ، روزہ، حج، عمرہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ امام غزالی کی کتاب مکاشفتہ القلوبؒ کے صفحات ۶۳۲ تا ۶۳۶ میں اس مضمون کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اہل نظر کے لئے اس کا مطالعہ فکر انگیز ہو سکتا ہے۔

معاشرتی بہود کے حوالے سے اور اسلامی نقطہ نظر سے پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت بھی محتاج بیان نہیں۔ شریعت اسلامیہ میں پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید جا بجا ملتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پڑوسی وہ ہے جو آپ کے پڑوس میں ہو یعنی تمام اطراف شمال جنوب مشرق مغرب کو سامنے رکھتے ہوئے چالیس گھر۔ گویا مجموعی طور پر ایک شخص کے یک صد ساٹھ پڑوسی بنتے ہیں اور پھر اللہ کے نبی کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کا پڑوسی بھوکا سو گیا وہ ایماندار نہیں۔ اگر اس فلسفہ حیات پر عمل پیرا ہو کر وہ شخص پڑوسیوں کا خیال رکھے تو معاشرہ بلاشبہ مثالی بھی ہو سکتا ہے اور فلاحی بھی۔

پڑوسی کے آرام و سکون کا خیال نہ رکھنے والے کی عبادات بھی ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے کسی اجر کا مستحق نہیں رہتا۔

معاشرتی بہبود کے ضمن میں ایک اور طبقہ کا تذکرہ بھی بہت اہم ہے اور وہ مریضوں کا طبقہ ہے۔ جب ہم مریضوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مریضوں کی خصوصی نگہداشت دل جوئی اور ان کی عیادت کی تلقین ملتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث مبارک جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معرفت ہم تک پہنچی ہے کہ جو شخص شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کرے تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں (ابوداؤد اور ترمذی شریف)

اسلام میں ایک اور طبقے کا تذکرہ معاشرتی بہبود کے حوالے سے بہت اہم ہے اور وہ طبقہ بیوگان کا ہے۔ بیوگان کے بارے میں بیشار آیات مبارکہ قرآن حکیم میں ملتی ہیں بالخصوص سورہ بقرہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ طلاق والیوں کے لئے مناسب نان ونفقہ ہے اور یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر سورہ بقرہ کی آیات ۲۴۰ تا ۲۴۱ اس مفہوم سے متعلق ہیں۔ بیوگان کی اہمیت اور حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ نے قانون وراثت میں ان کا جائز حصہ بھی تسلیم کیا ہے۔

## نتیجہ سخن

سماجی بہبود کے حوالے سے یورپ اور مغربی ممالک کی تنظیموں کا تذکرہ اور مدرٹریسا (Mother Tressa)

ایسی شخصیات کا ذکر بھی ہم بڑے جوش و خروش سے کرتے ہیں لیکن ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں ایسی بیشمار مثالیں ملتی ہیں جن سے خدمت انسانی اور معاشرتی بہبود کے فلسفہ کی بھرپور وضاحت ہوتی ہے۔ آج یورپ یا دنیا کی کوئی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ وقت کا کوئی بادشاہ کسی بڑھیا کی جھونپڑی میں جائے اور پھر وہاں سے بیت المال میں جا کر خزانچی کو حکم نہ دے بلکہ خود اناج کی بوری پیٹھ پر اٹھا کر اور زیتون کے تیل کا پیپا اپنے ہاتھ میں لے کر بڑھیا کی خدمت میں پیش کرے۔ یہ نشانی تھی مسلمانوں کے امیر المومنین کی جو وقت کا بادشاہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کی تمام فلاحی ریاستوں نے جن میں ناروے سویڈن انگلینڈ یا امریکہ بھی شامل ہے نے مالیات کے جو نظام رائج کئے ہیں یا خدمت خلق اور سماجی بہبود کے بارے میں جو قوانین اور ضابطے بنائے ہیں ان میں سے بیشتر کا منبع و مصدر وہی سر چشمہ رشدو ہدایت ہے جسے ہم قرآن مجید کہتے ہیں۔ اس کی آفاقی تعلیمات اور حضور اکرمؐ کے احکامات کی روشنی میں آج بھی اسلام کا حقیقی مالیاتی نظام اپنی اصلی روح کے ساتھ اور خلوص و دیانت کے ساتھ نافذ کر دیا جائے تو معاشرہ میں نہ صرف خوشگوار انقلاب آسکتا ہے بلکہ اس خواب کی بھی حقیقی تعبیر مل سکتی ہے جس خواب کو تشکیل پاکستان سے پہلے ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا آخر میں اپنی بات ختم کرنے سے پیشتر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام کی مبارک تعلیمات کی روشنی میں سماجی بہبود کا تصور سمجھنے کے لئے ہمیں صحابہ کرام خلفائے راشدین اور سیرت طیبہ کی روشن اور تابندہ زندگی کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہی ہماری دنیوی سر فرازی اور اخروی نجات بھی مضمر ہے اور ان کی اتباع سے ہی خدمت خلق کے جذبوں کو توانائی اور اداروں کو استحکام بھی نصیب ہو سکتا ہے۔

# سوال جواب

وسلم کی ہوتی ہے اور باقی سارے لوگ اس کے کارندے ہوتے ہیں تو محکوم ہو کر اسلام اپنی اس شان پہ رہتا ہی نہیں محکوم ہونا اسلام کے مزاج میں ہی نہیں ہے اسلام انسانی حکومت کو قبول نہیں کرتا حاکمیت کا حق اللہ کو دیتا ہے اور بندے سارے جو ہیں وہ کارکن ہی ہوتے ہیں کوئی چھوٹی سطح پر کوئی بڑی سطح پر مروجہ سیاسی نظام جو ہے اس کی بنیاد جھوٹ پر ہے وہ خود اپنی اس میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کو یہ جھوٹا تصور دیا جائے کہ تم حکومت میں شریک ہو یعنی یہ مروجہ سیاسی نظام کے جو بنیادی اصول ہیں ان میں ایک اصول ہیں ان میں ایک اصول ہے کہ لوگوں کو یہ جھوٹا تصور دیا جائے کہ تم اقتدار میں شریک ہو اوز اقتدار تمہارا مرہون منت ہے یہ بڑا فاصلہ ہے لیکن اس بات کو سمجھایا جائے عام کیا جائے کوشش ہو رہی ہے اللہ کرے۔

## عبادت ذریعۂ بندگی۔

آدمی کو پارسا سمجھتے ہیں لیکن اللہ جانتا ہے یہ اندر سے متکبر ہے ہم ایک آدمی کو اچھا نہیں سمجھتے لیکن اللہ سمجھتا ہے کہ یہ اندر سے کتنا کھرا کتنا مخلص ہے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں میرے منصب جلیلہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ میں کسی کے بارے میں ایسا کہوں اللہ کے ساتھ سب کا معاملہ ہے اور اللہ سب کے دلوں کے بھید جانتا ہے اگر میں بھی ایسا کہوں یہ صحیح نہیں۔ میرے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہو گا۔

تو اس آیتہ کریمہ نے اس سوال کی مزید توضیح کر دی کہ کوئی عبادت کر کے اللہ کے خزانوں پہ قابض نہیں ہو جاتا کوئی عبادت کر کے عالم الغیب نہیں بن جاتا یا کوئی عبادت کر کے دوسروں سے اعلیٰ تخلوق اور مافوق الفطرت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ زیادہ عبادت زیادہ احساس بندگی عطا کرتی ہے۔

# آپ نے پوچھا

سوال:۔ ندا غائبانہ مخلوق کے لئے علماء شرک بتاتے ہیں عملیات کی کتب میں یا جبرائیل یا اسرافیل شرک فی الصفات تو نہیں؟ اس کے علاوہ صوفی اور عامل میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ بھائی گزارش یہ ہے کہ یہ عملیات جس قدر بھی ہیں ان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے شریعت میں ہر کام کے کرنے کا معروف طریقہ جو ہے اسے پسند کیا ہے معروف طریقہ وہ ہوتا ہے جو وہ ہر آدمی کر سکتا ہے جانتا ہے اب ایک آدمی کو بھینس خریدنی ہے اس کے لئے وہ عمل شروع کر دے کہ بیچنے والا ضرور بیچے مجھے رعایتی بھی دے تو یہ طریقہ شرعی اور معروف نہیں ہے اور اس طرح سے اگر کسی سے مال لیا جائے تو جیسے چوری کرنا یا ڈاکہ ڈالنا اس طرح عمل کے ذریعے سے مجبور کر کے لینا بھی ہے بعض لوگ عملیات پڑھ کر لوگوں سے پیسے لے لیتے ہیں بعض لوگ یا جبرائیل بحق یا وہاب لوگوں کے مسخر کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے اور عامل کہتے ہیں کہ اس طرح پتہ نہیں تنتیس سو مرتبہ کتنا روزانہ پڑھا جائے تو ہر بندہ آپ کا احترام کرے گا آپ کی بات مانے گا اس طرح سے ہوتا ہے لیکن یہ جتنے ہیں ان کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے عموماً" عملیات کا تعلق جو ہے میری نظر سے کوئی نہیں گزرا جس کی بنیاد شرعی ہو شرعی اگر آپ کہہ سکتے ہیں تو صرف وہ جو سنت میں ملتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قرآن کی سورت کو پڑھنے کی کوئی فضیلت بیان کر دی یا مصیبت کے وقت کسی خاص حصے کی تلاوت کا حکم دیا یا بیماری کے لئے کوئی مسنون دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تو اس طرح کی جو چیزیں سنت میں موجود ہیں وہ سیدھی سیدھی قرآن کے مطابق ہیں ان میں کسی دوسرے کے حق پر یا کسی دوسرے کی سوچ پر دباؤ ڈالنے کا کوئی اثر نہیں ہے کسی کام کو کسی غیر معروف طریقے سے کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے اور ایک بات اور بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ جتنا تصرف ہے یہ عملیات کی ضد ہے۔ اگر کوئی واقعی اللہ اللہ سیکھے تو اس کے پاس وہ عملیات اس کے غیر موثر ہو جاتے ہیں اس کے پاس عملیات نہیں رہتے اور اگر کوئی عملیات کرتا ہو تو اس کا دل منور نہیں ہو سکتا یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے صوفیوں کو اس میں مس نہیں ہوتا اور آپ کو صوفیاء کی جتنی کتابیں ملیں گی وہ الگ ہیں اور جو عاملوں کی ہیں وہ الگ ہیں عاملوں کا ایک الگ طرز فکر طرز حیات ایک الگ انداز ہے۔ عملیات کی بنیاد جو ہے وہ ایک طرح سے سحر اور جادو پر ہے صوفیوں میں کاملین میں اور عامل میں ایک بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ آپ کسی عامل کو پیسے دے کر اس سے کوئی عمل کرواتے ہیں کوئی اس کا اچھا یا برا نتیجہ نکلتا ہے اس نے اپنے پیسے لے لئے اس نے آپ کو عمل کر دیا آپ اسے گالیاں بکیں اسے بلائیں یا نہ بلائیں

اس کے ساتھ بات کریں نہ کریں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اس کے پاس جو تھا اس نے آپ کو دے دیا آپ سے اس نے پیسے لے لئے۔ صوفی یا صاحب حال اگر کسی کو نقش دیتے ہیں یا دم بھی کرتے ہیں تو اس کا تعلق ہمیشہ قلبی عقیدت سے رہتا ہے جب کبھی کسی کے دل میں بد عقیدگی آئے گی اس توجہ کا اثر ختم ہو جاتا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے یعنی عمل اور شے ہے اور کامل کی توجہ کا اثر اور ہوتا ہے جب آپ کے یا کسی کے حاصل کرنے والے کے دل میں کوئی اس طرح کی بات آئی بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی جگہ اس کی غیبت ہو رہی ہے اس نے سن کے برداشت کرلی تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے اور یہ بار ہا کے تجربے میں ہے۔

یہاں ایک خاتون میرے پاس آئیں ان کا مریض تھا وہ مرض ٹھیک نہیں ہو رہا تھا کوئی اس طرح کی اسے کوئی پھنسی تھی کینسر قسم کی وہ پتھر سا دم کرا لے گئیں اس پر پھیرتی رہیں وہ ٹھیک ہوگئی اور کوئی دو مہینے چار مہینے بعد انہوں نے کہا کہ جی وہ زخم تو واپس اپنے اس حال پہ آگیا میں نے کہا کوئی وجہ ہوگی بھائی بڑی تحقیق کی کہ وجہ کیا ہے اس نے کہا کہ جی میں نے تو کبھی میرے دل میں بڑی عقیدت ہے میں نے کہا تم نے کی نہیں کہیں سنی تو ہوگی۔

ہاں اس نے کہا کچھ لوگ آپ کی شکایت کر رہے تھے اور میں سنتی رہی بات ختم ہوگئی اٹھ جانا تھا نہیں سننا تھا اگر جواب نہیں دے سکتی تھی تو سنتی نہیں۔ اب اس میں عمل کو دخل نہیں وہ اس شخص کی برکات ہیں یا وہ قلبی کیفیات کا یا من جانب اللہ جو انوار و برکات اس کے قلب پر ہیں ان کا اثر ہے جب وہ چیز آئی تو وہ ختم ہوگئی۔ عملیات میں یہ نہیں ہوتا۔

عملیات میں کام جتنا کرتے ہیں تقریباً" سارا ہی شیاطین کرتے ہیں فرشتے کو تو کوئی مسخر نہیں کر سکتا فرشتہ مسخر ہے اللہ کریم کا **یفعلون ما یو مرؤن** وہی کرتے ہیں جو اللہ انہیں حکم دیتا ہے کوئی انہیں مسخر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مسخریہ کرتے ہیں شیاطین کو شیاطین کی مختلف اقسام ہیں کچھ تو اصل ابلیس کی اولاد ہیں کچھ وہ جو جنوں میں سے ان کے ساتھ مل گئے کچھ وہ جو انسانوں میں سے ان کے ساتھ مل گئے پھر ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ ایک شیطان الگ پیدا ہوتا ہے کوئی فرد بشر کہاں پیدا ہوا ایک شیطان بھی اس کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اسے قرین شیطان کہتے ہیں اور عملیات میں اسے ہمزاد کہتے ہیں عامل حضرات اسے ہمزاد کہتے ہیں اور اصطلاح قرآن میں اسے قرین شیطان کہا گیا وہ بندہ مر بھی جائے تو شیطانوں کی عمر صدیاں ہوتی ہے بہت طویل ہوتی ہے چونکہ ابلیس نے قیام قیامت تک کی فرصت یا لی تھی تو اس کی اس طوالت عمر کا اثر اس کی اولاد پر بھی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک شخص نے موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا پیغام پہنچایا اور عرض کیا کہ میں ابلیس کا پوتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا تو میں جوان تھا تو میں مسلمان تھا ان کے ساتھ تو انہوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سلام دیا تھا یہ سیرت میں ملتا ہے اتنی طویل عمریں ان کی ہوتی ہیں اور یہ بھی سیرت میں موجود ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہر پیدا ہونے والے کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے تو عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ بھی فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن جو میرے ساتھ ہے وہ مسلمان ہوگیا ہے۔

تو ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں یہ جو قرین شیطان یا جو ہمزاد ہوتا ہے یہ اس بندے کے ساتھ رہتا ہے اس کے مرنے کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نہیں جاتا جہاں اس کے اجزائے بدن ہوں وہیں اس کا مقام ہوتا ہے عامل حضرات انہیں عموماً" حاضر کر لیتے ہیں جی روحوں سے کلام ہو یا مغرب میں وہ میڈیم والا ایک عامل بن جاتا ہے اور وہ روحیں بلا رہے ہیں جی ہٹلر کی

بلا رہے ہیں فلاں کی بلا رہے ہیں فلاں کی بلا رہے ہیں فلاں کی تو روحیں نہیں بلائی جا سکتیں۔

ارواح دو حال سے خالی نہیں ہیں، قبر

یا تو دوزخ کا گڑھا

ہے یا جنت کا باغیچہ ہے وہ نجات میں ہے اگر اسے دنیا والے بلانا شروع کر دیں تو ان کی نجات کا کیا فائدہ اللہ کسی کو قدرت نہیں دیتا کہ انہیں پریشان کرے جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہیں انہیں دوزخ سے چھڑا کر دنیا پہ کون بلائے گا انہیں تو وہاں سے چھٹی نہیں ملتی تو یہ کوئی تصور بھی نہیں ارواح سے جو کلام ہوتا ہے وہ صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی روح کو وہاں پہنچا لیتے ہیں برزخ میں جن کی رسائی ہوتی ہے۔ وفات کے بعد جس روح کو دنیا میں قوت پرواز حاصل ہو جائے صاحب حال ہو برزخ میں بھی قوت پرواز صرف اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر دنیا میں کوئی یہ شعبہ حاصل کر سکے تو برزخ میں جا کر اسے جتنے اعلیٰ منازل بھی مل جائیں اپنی منزل پہ رہنے کا پابند ہوتا ہے کہیں آنے جانے کی طاقت نہیں ملتی تو یہ جتنے عملیات ہیں ان میں عموماً ہمزاد کو یا شیاطین کو مسخر کیا جاتا ہے شیاطین مسخر نہیں ہوتے یہ بھی عجیب بات ہے بندہ سمجھتا ہے میں نے شیطان کو اپنے تابع کر لیا لیکن وہ خود شیطان کے تابع ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ اس طرح کے کلمات ان میں آتے ہیں جو یا اس میں شرک ہوتا ہے یا کفر ہوتا ہے اور ان کلمات سے جو غرض اس بندے کی وابستہ ہوتی ہے وہ کام کرنے کے لئے جس حد تک شیطان اس میں مدد کر سکتا ہے یا تعاون کر سکتا ہے وہ کرتا ہے اس لئے کہ ایک تو وہ بندہ گمراہ ہو کر وہ کفریات پڑھا رہے اور اس کے ساتھ رہے دوسرے لوگ اس کے عقیدت مند بن جائیں اور وہ آلہ بن جائے شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا تو بندہ سمجھتا ہے میں نے جن تابع کر لئے ہوتا یہ ہے کہ وہ خود جنات کا آلہ کار بن جاتا ہے۔

تو عملیات کا اور کیفیات کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں بڑے سے بڑا عامل آئے گا اگر وہ خلوص سے اللہ اللہ سیکھنا چاہے کیفیات قلب آئیں گی عملیات کی طاقت ختم ہو جائے گی عملیات پہ توجہ مرتکز رکھے گا اسے چھوڑنا نہیں چاہے گا تو اس کے دل میں نور آئے گا نہیں دو میں سے ایک بات اس کے پاس رہے گی انسان اپنی انا کی تسکین کے لئے یہ حیلے کرتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا اہم بنانے کا جنون ہر انسان میں موجود ہے وہ جو حدیث قدسی میں آتا ہے نا ان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔ اس سے مراد یہی ہے یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کوئی مجسم صورت ہے اور وہ صورت انسان کو دی گئی صورۃ سے مراد مزاج ہے جس طرح اللہ جل شانہ کی اپنی شان ہے کہ وہ ہر ایک پہ اپنی کبریائی کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر بندہ میرے سامنے سر بسجود ہو مخلوق کا ہر ذرہ میری بڑائی کا عظمت کا اعتراف کرے یہ جنون تخلیقی طور پر ہر انسان میں موجود ہے آپ اگر توجہ فرمائیں تو آپ نوٹ کریں گے کہ جہاں ایک امیر یا سلطان یا وزیر اعظم کو یہ جنون ہے کہ سارے لوگ میرے سامنے سر تسلیم خم کریں وہاں گلی میں جھاڑو دینے والے خاکروب میں بھی وہ جنون موجود ہے کہ یہ چند چوہڑے ہیں یہ میرے تابع رہیں یعنی جنون وہی ہے سلطان و میر کا بھی اور گدا و فقیر کا بھی آپ کبھی گداگروں کو دیکھیں ان میں بھی ایک چودھری ہوگا اور اس کی خواہش ہوگی کہ کوئی میرے حکم عدولی کی جرات نہ کرے یعنی کسی شعبہ زندگی میں آپ چلے جائیں آپ بچوں کو دیکھیں تین چار بچے کھیل رہے ہیں ایک ان میں سلطان ہوگا کہ وہ چاہتا ہے کہ سارے میری اطاعت کریں نہیں تو مارے گا لڑے گا شور کرے گا کوئی نہ کوئی یعنی اور وہ چیز ہر کے دل میں موجود ہوتی ہے دنیا میں اصل آزمائش ہی یہی ہے یہ سجدے اس انا کو توڑنے کے لئے ہیں یہ دست بستہ کھڑا ہونا اس کی بڑائی کا اعلان کرنا آذانیں کہنا بار بار اس کی

کبریائی کا اقرار کرنا یہی آزمائش ہے کہ یہ جو جنون ہم میں پیدا کر دیا گیا کیا ہم اس کے تابع آکر اپنی بڑائی میں عمر گزار جاتے ہیں یا اسے توڑ کر اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرتے ہیں نظریاتی اعتبار سے کردار کے اعتبار سے عقیدے کے اعتبار سے قول و فعل کے اعتبار سے کہاں تک اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔

تو یہ جتنی عملیات ہیں یہ دراصل شعبہ ہیں اس اپنی انا کی تسکین کا اور اس میں بھی بندے دو طرح کے ہیں ایک طرح کے بندے وہ ہیں جنہیں دنیا میں وہ تھوڑی سی طاقت حاصل ہے کہ وہ ڈنڈا سوٹا استعمال کر لیتے ہیں وہ عملیات کی طرف نہیں جاتے آپ کسی بھی تکڑے بندے کو دیکھ لیں وہ اس طرف نہیں جائے گا مجھے خود حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آنے سے پہلے بہت سے عامل میرے دوست ابھی تک بھی تھے اب فوت ہوگئے کچھ نے ملنا میرے خیال میں جو مرے نہیں وہ مرنے کے قریب ہوگئے چونکہ اب کبھی کئی سالوں سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن اچھے دوست تھے ان کا اپنا طرز حیات تھا تو اس پہ بھی بڑی میں نے جو ان سے تحقیق کی یہ وظیفہ پڑھو یہ ہو جاتا ہے ایک شعبہ تھا جو وہ ساری عمر سونا بناتے رہتے ہیں جی یہ چیز ملاؤ یوں سونا بن جائے گا بھئی کرو گے کیا اس طرح پیسہ کمائیں گے میں نے کہا یار اس کی ہمیں تو ضرورت نہیں ہے بجائے اس کے کہ چالیس دن بیٹھ کر ساری ساری رات تسبیحات پڑھیں پھر ہمیں کوئی اتنے پیسے دے جائے تو بندوق پاس ہوتی ہے گاڑی روک لیں گے ایک گھنٹے میں اتنے پیسے جمع ہو جائیں گے کون چالیس دن تسبیح گھساتا رہے یعنی اگر حرام ہی لینا ہے چھین کر ہی لینا ہے تو پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے پھر چھین لیں گے اب جس میں چھیننے کی طاقت ہے وہ گاڑی روکے گا وہ تسبیحات لے کر عملیات پہ نہیں بیٹھے گا اور جس میں یہ طاقت نہیں ہے وہ وہ طریقہ اختیار کر لے گا اسی طرح جس میں حالات کو فیس کرنے کی جرائت ہے وہ کسی عامل کے پاس نہیں جائے گا وہ اس کے جائز وسائل تلاش کرے گا بیمار ہے تو اس کا علاج کرائے گا اللہ سے دعا کرے گا اور اگر اور کوئی مصیبت ہے تو بھاگ دوڑ کرے گا کسی دوست سے ملے گا کسی سے سفارش چاہے گا اپنی مشکل بیان جو جائز وسائل ہیں اختیار کرے گا اب جس میں حالات کو فیس کرنے کی ہمت نہیں کمزور ہے تو وہ جائز وسائل کی طرف جانے کی بجائے عملیات کی طرف جائے گا اس لئے آپ اگر دیکھیں گے تو آپ کو ہمیشہ ذہنی طور پر جو مفلس لوگ ہیں فطری طور پر جو لوگ کمزور ہیں صحت مند بھی ہو دولت مند بھی ہو لیکن ذہنی طور پر کمزور ہے حالات کو فیس نہیں کر سکتا وہ عملیات کا سہارا لے گا تو عملیات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالے علیہ کے ایک ہی صاحب ذارے ہیں اور وہ ماشا اللہ عملیات کے بے تاج بادشاہ ہیں میرے بڑے دوست رہے میرے ساتھ ان کی عمر بسر ہوئی چونکہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے تو وہ شروع سے بڑے نکلئے تھے حضرت رحمتہ اللہ علیہ عملیات کی اجازت نہیں دیتے تھے اور وہ عملیات کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے انہیں اس کا چسکا تھا تو سکول میں کالج میں پڑھاتے تھے اور گرمیوں میں چھٹیاں ہوتیں تو پھر میرے پاس ہی یہاں گزارتے گھر نہیں جاتے تھے۔ تو عملیات میں وہ شخص اس دور کا بے تاج بادشاہ ہے اس کی ایک وجہ تھی وہ کھیوڑہ ہائی سکول میں عربی کے استاد تھے پھر بعد میں انہوں نے کالج جائن کر لیا ویسے حضرت کے پاس تھے وہ دین علوم میں فارغ التحصیل اور دنیوی اعتبار سے ایم۔ اے کر کے آئے تو رفتہ رفتہ ملازمت ملتی گئی آگے بڑھتے گئے آجکل ملازمت نہیں کرتے گھر پہ ہی رہتے ہیں تو وہاں ایک اور استاد تھا جن کی بڑی پرانی خاندانی گدی آرہی تھی ان کے پاس ایک پرانی کتاب تھی عملیات کی وہ کتاب عربی میں تھی اور عربی قدیم تھی اور قلمی کتاب

تھی ایک عربی ایک اس کا انداز قدیم لکھی ہوئی قلم سے تو وہ پڑھنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں تھا اور پھر عربی پڑھتا بھی کون ہے تو اس نے ان سے کہا کہ بھئی آپ عربی اچھی طرح جانتے ہیں اور آپ کے والد صاحب مانے ہوئے عالم بھی ہیں تو ہمارے پاس ایک قدیم کتاب ہے اس نے کہا بھئی لاؤ کوشش کریں گے اگر پڑھی گئی تو انہوں نے اس سے لے کر رکھ لی اور ہفتہ بھر لگا کر ساری ساری رات بیٹھ کر ساری کتاب نقل کر لی اور اپنے پاس نقل کر کے اصل انہیں لوٹا دی کہ جناب یہ زبان اس دور میں نہیں پڑھی جاتی میں نے بڑا زور لگایا میں نہیں پڑھ سکتا یہ انہوں نے خود بتایا تھا کہ میں نے بڑا زور لگایا یہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ تو وہ واپس کر دی تو وہ شخص جو مصنف تھا اس کتاب کا اس کے حالات کی حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی پتہ چلا کہ یہ اپنے زمانے کا مانا ہوا عامل تھا اور اس قسم کے عجیب عملیات تھے اس کے پاس کہ کسی گاؤں جانا ہے تو ایسا عمل پڑھتا کہ اس کے جانے سے پہلے سارا گاؤں سڑک پر کھڑا ہوتا کہ ادھر سے کوئی آرہا ہے پھر اس کی وہ بڑی آؤ بھگت ہوتی اس طرح کے بہت سے اس کے تماشے تھے تو آخر اسے حق کی تلاش ہوئی اور وہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے کے پاس بغداد پہنچا تصوف سیکھنے کے لئے تو انہوں نے کہا میاں تمہاری تو یہ ساری عمر کی جو محنت ہے یہ اکارت جائے گی تم اپنے شعبے کے بہت بڑے فاضل ہو اپنے شعبے میں رہو اس نے کہا نہیں مجھے اللہ اللہ سیکھنی ہے میں اسے چھوڑتا ہوں تو اس نے اس سارے پہ لات مار دی اور اللہ اللہ سیکھنے میں لگ گیا اور فنابقا تک راسخ منازل لے کر دنیا سے رخصت ہوا لیکن وہ کتاب رہ گئی اب بعد والوں نے نہ عربی پڑھی نہ اسے سمجھا تو وہ اس زمانے کی آتی آتی وہ چھٹی ساتویں صدی ہجری بنتی ہے چھ سات سو سال درمیان میں گزر گئے تو وہ ان ہمارے مہربان کے ہاتھ لگ گئی انہوں نے نقل کر لی اس میں بہت سے وظائف تھے اور وہ کرتے ہیں اب بھی کرتے ہیں انگلینڈ تک یورپ تک جاتے ہیں لوگ انہیں لے جاتے ہیں عملیات کے شعبے میں اور اس سے اس سے بڑا پیسہ کماتے ہیں سیٹھ بنے ہوئے ہیں نوکری دوکری چھوڑ دی ہے اور بڑے بڑے موٹے موٹے مرید غریب مرید پر نظر نہیں رکھتے موٹے موٹے مرید بناتے ہیں خیر انہیں اپنا شعبہ۔

لیکن اس چشم برکات سے جس سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہے اس سے محروم ہیں یہ اتنی ان کی آپس میں ضد ہے کہ اس شعبے میں تو وہ اس دور کے بے شک شاید انہیں امام بھی کہا جائے۔ مجھے یہ تجربہ ہے کہ ایک اس میں وظیفہ تھا اور اس میں کوئی ایسے الفاظ نہیں تھے۔ کچھ میرے خیال میں قرآنی آیات تھیں ایک دو اور انہیں اس طرح پڑھنا تھا کہ بندہ رات ایک بجے جائے جنگل میں اور وہاں تالاب یا پانی کا کوئی جوہڑ ہو اور اس پر وہ اس طرح دائرہ لگا کر بیٹھے پتہ نہیں مجھے یاد نہیں کتنی دفعہ یہ پڑھے تو مخصوص دن بھی کچھ تھے کہ اتنے دنوں بعد بہت سے جنات آئیں گے اور اگر وہ گھبرا گیا تو اسے قتل کر دیں گے اور اگر وہ قائم رہا تو جنوں کا بادشاہ جو ہے مسخر ہو جائے گا اس طرح کوئی لمبا قصہ تھا تو شہنشاہ جنات جو ہے وہ اس کے تابع ہو جائے گا۔ وہ انہوں نے اس سے وہ خود ڈرتے تھے وہ انہوں نے مجھے دیا کہ یار یہ تم پڑھ کر بتاؤ صحیح ہے کہ نہیں میں نے وہ پڑھے الفاظ ان میں کوئی ایسا خلاف شریعت لفظ نہیں تھا تو میں نے کہا اچھا میں لڑائی کرتا ہوں تو میں وہاں جنگل میں ڈیرے پر رہتا تھا وہاں ہمیشہ پانی ہی جوہڑوں سے پیتے تھے جنگل میں بارش جو ہڑ جو ہوتے تھے تو میں رات ایک بجے جاتا اور فجر تک وہ پڑھنا پڑ جاتا میں تو پتہ نہیں کوئی مہینہ ڈیڑھ پڑھتا رہا نہ کوئی جن آیا نہ پری آئی۔ میں نے کہا یار میرے پاس تو کوئی نہیں آیا۔ میں نے کہا یار میں تو پڑھ پڑھ کے تھک گیا اور خواہ مخواہ کی یہ رٹ

لگائی مجھے دراصل وہ کلمات بھی مزہ دے گئے کوئی مزے دار کلمات تھے پھر میں نے وہ چھوڑے پھر میں نے وہ بڑے ڈھونڈے کہ کلمات بڑے مزے دار تھے پتہ نہیں کہاں گئے شاید جنوں نے ہی اٹھالیے ہوں گے لیکن میرے پاس نہ کوئی آیا نہ کسی نے ڈرایا نہ کسی نے مبارک دی کچھ بھی نہیں ہوا پڑھ پڑھ کے بیٹھ کے اٹھ جاتا تھا تو میں نے کہا مولانا کوئی میرے ساتھ تو ان کا کوئی رشتہ نہیں بنتا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے قریب نہیں آتے غلط تجربہ کیا میں نے تو بہرحال اس کے باوجود بھی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہاں ایک مریض تھا منارے میں ایک جوان لڑکا تھا اسے جن پکڑ لیتے تھے اور بھگاتے تھے جنگل میں اور شلوار پھٹ جاتی ٹانگیں جھاڑیوں میں الجھ الجھ کر کانٹوں سے چھلنی ہو جاتیں چار چار پہر رات بھگائے پھرتے پھر چھوڑ جاتے پھر کئی دنوں بستر پہ پڑا رہتا ٹھیک ہوتا تو پھر بھگا لیتے۔ وہ میرے پاس بھی آئے تو میں نے انہیں کہا کہ بھئی ایسا کرو کہ تم یہاں میرے ساتھ رہنا شروع کر دو ہفتہ بھر رہو نماز روزہ سیکھو اللہ اللہ سیکھو ٹھیک ہو جاؤ گے اس نے کہا جی میں نماز تو نہیں پڑھوں گا یہ مشکل ہے پانچ وقت نماز پڑھنا یہ مشکل ہے ٹھیک ہے میں نے کہا بھگتو پھر اور واقعی لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ یہ مصیبتیں برداشت کر لیتے ہیں لیکن یہ پانچ وقت کی نماز کی مصیبت گلے نہیں ڈالتے خیر چلا گیا۔ اس کا والد اب فوت ہوگیا ہے وہ تو روئے بیچارہ میں نے کہا بھئی ایسا کرو میرے پاس عمل تو ہے نہیں تم ایسا کرو کہ میں تمہیں چٹ دیتا ہوں تو اس کو لے آؤ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے صاحب زادے کو اس وقت وہ جہلم پڑھاتے تھے وہ میری چٹ لے گیا اور جہلم سے انہیں ساتھ لے آئے وہ ٹھہرے تو میرے پاس مولانا۔ وہ علاج معالجہ ان کا وہ ساری ساری رات ایک حافظ بلا لیا انہیں کہتے سورۃ الرحمٰن پڑھ کوئی کسی کو کچھ تو کوئی دیا جلا کوئی کچھ وہ جو کچھ ان کا ہوتا ہے کرتے رہے کوئی دو تین دن لگے رہے وہ جن شین تو ان سے تکڑا ہوگیا اس نے نہ چھوڑا وقتی طور پر تو چھوڑ چھاڑ گیا لیکن کچھ یہ عامل بھی انہیں شاید پتہ چل جاتا ہے یا کچھ ان ہے سمجھوتہ کر لیتے ہیں اس نے کہا اگر تو تکڑا بھی ہے یار ایک دو دن چھوڑ جائیں بھی پھنس گیا ہوں میری بھی جان چھوٹے تو انہوں نے اسے سو روپیہ دے کر رخصت کیا اس زمانے میں سو روپیہ HEAVY AMMOUNT ہوتا تھا تو دوسرے دن صبح اس مریض کا باپ میرے پاس آیا میں ناشتہ کر کے نکلا تو آگیا کیا بات ہے اس کے پاس پانچ روپے تھے اس نے کہا جی رات میرے بیٹے کو جن نے پھر پکڑ لیا تھا اور اس نے ہمیں ایک سو پانچ روپے دیے ہم نے مولانا کو سو روپیہ دیا تھا تو اس جن نے کہا جی وہ تو تم نے کسی بات کےa سو روپیہ دیا میں تو یہیں موجود ہوں تو چلو کھانا تو وہ حضرت کا کھاتا رہا لیکن تمہارا تو سو روپیہ یا تو مجھ سے تمہاری جان چھڑاتا پھر لیتا یہ تو وہ ناجائز لے رہا تھا تو میں نے اس کی جیب سے نکال لیا لیکن غلطی یہ ہوئی کہ سو کے ساتھ یہ پانچ بھی آگئے یہ اس میں لپٹے ہوئے تھے تو مولانا کا مہمان تھا ان کے پانچ مت رکھنا اس کے پانچ مولانا کو دے آؤ اور اپنا سو رکھ لو تو وہ میں پانچ روپے دینے آیا ہوں۔ میں نے کہا یار تمہارا جن بڑا سمجھ دار ہے اس نے کہا جی ہم ان سے چھیڑ نہیں کرتے ان کا مہمان تھا یہ پانچ روپے مت رکھنا یہ حضرت کو دے آؤ میری اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی پانچ کہیں میں نے ہی لگا لئے کھا گیا پتہ نہیں کہاں گئے تو اس کی میری اس کے بعد ملاقات ہی نہیں ہوئی اس کا حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ جھگڑا ہوگیا پھر بات لمبی ہوگئی پھر ہمارا وہ ملنا جلنا ہی ترک ہوگیا تو اس طرح سے یہ سلسلہ چلتا ہے۔

پھر اس مریض کو ایک دفعہ سردیوں کی بڑی سخت رات تھی بڑی سخت سردی تھی بڑے ٹھنڈ تھی اور مجھے

کہیں تکلیف تھی شاید ٹانگوں میں درد تھا یا کمر میں کوئی ریح کا درد تھا زیادہ تکلیف بھی تھی تو رات کوئی نو دس بجے میں لیٹا ہوا تھا اور وہ رضائی کے اوپر ایک کمبل بھی چڑھایا ہوا اور الگ کمرے میں اور اس وقت بجلی نہیں تھی ہم نے جنریٹر لگایا ہوا تھا لیکن مغرب سے دس گیارہ بجے تک چلاتے سونے کے وقت بند کر دیتے شور ہوتا تھا بڑا لیمپ جلا کر میں کوئی دیکھ رہا تھا کسی کتاب کو لیٹا ہوا اپنے BED پہ تو کسی نے شور شرابہ باہر کیا تو چونکہ وہ ہمارے کوئی دور نزدیک کے رشتہ دار بھی تھے تو بی بی نے آواز پہچان کر دروازہ کھولا اس کی بات سنی اس نے بڑی فریاد کی کہ جی میرے بیٹے کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں اور بڑا ہمیں خراب کیا بھگا بھگا کر وہ پہاڑ کے اوپر سے آواز دیتے تھے ہم اوپر جاتے تو وہ نیچے سے آواز دیتے تھے ہم نیچے پہنچتے تو وہ اوپر سے آواز دیتے وہ بندہ بڑا زخمی اور برا حال اس کا ہو گیا ہے اور اب وہ اوپر انہوں نے لٹایا ہوا ہے اس پر چٹان پر اور ہر دیکھنے والے کو نظر آتا ہے چونکہ جنوں میں یہ صلاحیت ہوتی ہے۔

تشکل باشکال مختلفہ کہ کسی مختلف شکل میں نظر آجائیں یا ایسی شکل میں کسی کو نظر آنا چاہیں تو وہ اسے دیکھ سکتا ہے یا عموماً جن کو پکڑتے ہیں ان کو نظر آجاتے ہیں تو دوسرے کو بھی اگر وہ نظر آنا چاہیں تو وہ دیکھ لیتا ہے تو انہوں نے اس دن وہ تماشہ کیا کہ ہر آنے والے کو اپنی اصل شکل میں نظر آتے تھے تو بڑی عجیب و غریب ڈراؤنی صورتیں اور بڑے بڑے چھرے ہیں ان کے پاس اور اس طرح رگڑتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ انہیں ذبح کرنا ہے یہ روز روز کا تماشہ ہم نے ختم کرنا ہے اور تم گھر سے جاؤ اور کوئی چارپائی بستر لے آؤ اور اپنی لاش لے جاؤ وہ ہمیں نہیں چھوڑتے میں نے کہا یار تم جانو اور تمہارے جن جانیں مجھے پریشان نہیں کرو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور میں نہیں آؤنگا وہ خیر انہوں نے زیادہ INSIST کیا تو میں نے کہا تم ہی چلے جاؤ اور میری طرف سے انہیں کہہ دینا کہ اس نے کہا ہے جاؤ چھوڑ جاؤ چھوڑ دیں گے وہ کوئی دوسرا اس کا رشتہ دار تھا تو وہ بھی بڑا پھنے خان بنتا تھا ہر وقت کلہاڑا لئے ہوئے میں نے کہا جاؤ تم کہہ دو میری طرف سے تو وہاں سے تو چلا گیا تھوڑی دیر بعد پھر آگیا اب اس تماشے میں کچھ یہ اڈے پہ ہوٹلوں پہ لوگ بیٹھے ہوتے تھے کچھ ہمارے لڑکے وہ وہاں گھوم پھر رہے تھے کوئی ایک دو ملازم تھے وہ اپنا یہ نور محمد وہاں ہوتا تھا یہ بھی سارے وہاں پہنچ گئے تقریباً سارا گاؤں مرد خواتین وہاں جو منارے سے نیچے ہوتے ہیں جو پہلا موڑ آتا ہے اس موڑ پر انہوں RESTRICTION لگا دی کہ اس سے آگے کوئی نہ آئے وہاں سارے کھڑے رہو اب سب کو نظر آرہے تھے کہ وہ جن پھر رہے ہیں وہ بندہ رکھا ہے وہ ان کے پاس چھریاں ہیں باقاعدہ اور تماشا بنایا ہوا کہ جنوں نے آگ جلا رکھی ہے انہوں نے کہا بڑی سردی ہے تم بھی لکڑیاں چن لو اور آگ جلاؤ بیٹھو تماشا دیکھو عجیب بات کوئی بس گزری اس نے روکنے کی کوشش کی انہوں نے کہا بس نہیں روکو بھئی تم بھاگ کر گزر جاؤ سڑک سے وہ رات کے کہیں گیارہ بارہ بج گئے پھر آگیا میں نے کہا تم گئے تم نے ان سے کہا اس نے کہا جی لوگ مجھے آگے نہیں جانے دیتے کہ وہ کہتے ہیں جو آگے آئے گا اسے قتل کر دیں گے تم کو میں نے کہا تم وہیں سے پکار کر کہہ دیتے لیکن وہ چھوڑتے نہیں پھر وہ بی بی نے بھی کہا کہ وہ بندہ مارا جائے گا آپ ضرور جائیں تو میں وہ ایک لے کر لاٹھی سی ہاتھ میں کمبل بھارا سا لپیٹا ہوا سردی تھی ٹانگ میں شدید درد تھا اس بندے نے آگے لالٹین اٹھائی ہوئی وہاں ہم گئے تو سڑک کے درمیان سے ایک پیدل اترنے کا اس طرف راستہ ہے پہاڑی میں میں نے کہا یار ادھر سے چلتے ہیں وہاں تو بے شمار ہجوم ہے لوگوں کا تو یہاں سے چلتے ہیں تو ادھر سے

جیسے ہم ہوئے آگے سے انہوں نے پکارا کہ ادھر کون ہے ادھر کوئی نہیں آئے ہم مار دیں گے مجھے بڑا غصہ آیا میں نے بڑی بکواس کئے بڑی گالیاں دیں تمہاری ایسی تیسی کنجرو بے ایمانو یہ' وہ جو بکواس آیا میرے آنے تک وہیں رہنا بھاگ گئے چھوڑ گئے اور اس کے بعد انہوں نے آج تک نہیں پکڑا کوئی نہ دم نہ درود نہ کوئی کسی کو کچھ کہا انہیں گالیاں دیں وہ بھی بس غصہ آیا ان کے روکنے پر کچھ غصہ تھا اس کے آدھی رات کو ڈسڑب کرنے پر تو بڑے بکواس کئے او تمہاری ایسی تیسی بے ایمانو بدمعاشو! وہ بندہ ٹھیک ٹھاک فٹ نوکری کرتا ہے مونچھیں رکھی ہوئی ہیں اور نماز روزہ کوئی نہیں کرتا لیکن چھوڑ گئے تو یہ سب چیزیں جو عملیات ہیں ان کی کاملین کو ضرورت نہیں ہے اور نہ ان میں اس درجے کی طاقت ہوتی ہے وہ کمزوروں کا ایک آسرا ہے عموماً" بے دینی کی طرف لے جاتے ہیں اور اگر ان میں زیادہ دور جایا جائے تو بہت زیادہ بے دین اور بے دینی سے آگے بدکار اور بدکاری سے آگے غلیظ ہونا پڑتا ہے لوگوں کو انہیں مسخر کرنے کے لئے۔

**سوال:۔** قرآن و حدیث سے قلب کی اصلاح کا پتہ چلتا ہے باقی لطائف اور مقامات و سلوک کا مدار دنیاوی کشف صوفیاء پر رکھا گیا جو بذات خود ظنی چیز ہے دوسروں کے لئے حجت بھی نہیں زیر قدم آدم علیہ السلام زیر قدم نوح علیہ السلام زیر قدم ابراہیم علیہ السالم وغیرہ یہ سب دوسروں کے کشف پر عمل ہی تو ہے اسے قطعیات میں شمار کرنا کیسے صحیح ہے جب کہ کہا جاتا ہے کہ کشف ظنیات میں سے ہے۔

**جواب:۔** بھئی اسے قطیعات میں یا قطعی عقیدے کے طور پر تو نہیں لیا جاتا یہ تو ایک نظام الٰہی ہے جس کی بنیاد قلب ہے اور تمام برکات جو ہم لیتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اگلے دن بھی عرض کیا تھا کہ جس طرح کہا جاتا ہے کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور قرآن حکیم بھی یہی بتاتا ہے لیکن اس کی جب شرح کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مٹی میں آگ بھی ہے ہوا بھی ہے پانی بھی ہے لیکن غالب عنصر جو ہے وہ مٹی ہے تو مٹی ہی کو شمار کیا جاتا ہے۔ اصل برکات۔ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آدم علیہ السلام بھی برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہیں نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام یا دوسرے موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام بھی برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہیں لیکن یہ پانچ حضرات ایسے اولوالعزم ہیں جو بنیادی طور پر جس طرح آگ ہوا پانی وجود کا عنصر بنے اس طرہ روحانی برکات میں ان کو اس حد تک دخل ہے اب اسے قطعی طور پر عقیدے کے طور پر ماننا ضروری نہیں ہے۔

پھر تو اس شعبے کے لوگوں کی تحقیقات رہ گئیں جو برکات ان کی وساطت سے آئی ہیں ان کا ایک ایک خاص خاص مزاج ہے جو پوری انسانیت کو عطا ہوا ہے آدم علیہ السلام کے مزاج میں آدمیت عجز و انکسار اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار اپنے امور پر احقاق حق پر ثابت قدمی موت العمر یہ مختلف خصوصیات ہیں موسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے احقاق حق ابراہیم علیہ السلام کا ابتلا میں سے ثابت نکلنا اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی حق کی تبلیغ مختلف جو خواص کیفیات جو حق کے لئے ہیں ان کی وساطت سے اس عہد کی انسانیت کو نصیب ہوئیں دراصل وہ بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی برکات کا پر تو ہیں پر تو جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ جو چیزیں ان کی نسبت پوری انسانیت میں بانٹیں نبیوں کو معزول نہیں کیا جاتا آئندہ آنے والی انسانیت بھی وہ برکات ان کے قلوب سے وصول کرتی ہے اگرچہ خود ان کے قلوب قلب اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصول کرتے ہیں اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو براہ راست مستفید ہوتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکن اس کے باوجود

قرآن نے کہہ دیا ملتہ ابیکم ابراہیم حنیفا۔ وہ ان کی اپنی ایک عظمت جو ہے ملت ابراہیم علیہ السلام یعنی وہ مزاج یا وہ طریقہ اطاعت یا وہ معیار اطاعت جو ابراہیم علیہ السلام کا تھا تو یہ چیزیں اس شعبے کے آئمہ کی تحقیقات میں سے ہیں اب جس طرح فقہ کے آئمہ کی تحقیقات جو ہیں وہ ایک اصول بنیاد پر اپنی تحقیق وہ آگے لے جاتے ہیں حدیث کے جو آئمہ ہیں وہ ایک جملے پر اپنی کتنی تحقیقات وسیع لے جاتے ہیں آئمہ تفسیر ایک آیہ کریم کی تفسیر میں کتنی باتیں لے جاتے ہیں جو میری آپ کی سمجھ میں نہیں آتیں لیکن اللہ ان کی نگاہ میں وہ دے دیتا ہے۔ تو یہ جو تحقیقات ہیں یہ اس شعبے کہ ائمہ کی ہیں۔

**سوال:۔** ہمارہ نظام تعلیم کا جب نصاب مروجہ ہے تو پھر فرق سوائے ذکر کے اور کیا ہے؟

**جواب:۔** آپ نے نصاب پڑھا نہیں نصاب مروجہ جو ہے یہ ہماری بنیادی ضرورت ہے کہ دنیا کے نظام میں آپ مروجہ نصاب کے علاوہ کام نہیں کر سکتے اور دوسرے کسی طریقے سے بھی آپ مروجہ نصاب سے زیادہ قابلیت بندے کو دے دیں اس کے پاس وہ سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا جس کی بنیاد پر اسے قبول کیا جائے اس لئے اسے مروجہ نصاب پڑھ کے بچوں کو مروجہ بورڈ یا مروجہ تعلیمی نظام جو ہے ان میں امتحان دے کر کامیاب ہو کر وہاں سے سرٹیفکیٹ لینا پڑتا ہے اور ہمارہ نظام تعلیم میں صرف ذکر نہیں پریپ سے لے کر گریجوایشن تک پورا دینی نصاب اس میں تقسیم کر دیا گیا ہے قرآن کریم ناظرہ قرآن کریم کا ترجمہ حدیث شریف کا ترجمہ فقہ کا ایک خاص معیار پر کلاس کا حصہ ہے اور پہلی سے شروع ہوتا ہے اور بی۔ اے تک جاتا ہے یعنی صرف ذکر نہیں ہے ذکر تو ایک الگ شعبہ ہے تزکیے کے لئے اس کے علاوہ دینی نصاب کو تقسیم کیا گیا ہے اور اس میں جس میں قرآن کا ترجمہ تفسیر حدیث کا ترجمہ فقہ اور فقہ کے نقاط یہ ہر کلاس کے سٹینڈرڈ کے مطابق اسے پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے اور ہمارہ نظام تعلیم کا پہلی کا جو بچہ ہے وہ عام گھر میں رہنے والے مرد و خواتین سے زیادہ دین سمجھتا ہے بلکہ ہمیں یہ کتنی رپورٹیں ملی ہیں کہ ان کے والدین نے آکر بتایا ہمیں یہ بات بچوں نے سکھا دی کہ یہ کام اس طرح سے کرنا ہے آپ غلط کر رہے ہیں۔

**سوال:۔** دارالعرفان مسجد کا مینار نہیں باہر سے ناواقف آدمی کو یہ قطعاً" پتہ نہیں چلتا کہ یہ کوئی مسجد ہے یا کارخانہ ہے؟

**جواب:۔** مسجد کا ایک مینار تجویز کیا گیا تھا جو اس کے نقشے میں موجود ہے جس کی اونچائی ساٹھ فٹ ہے جس کی بنیاد شمال مغربی کونے پہ بنی ہوئی ہے اب نہ ہمارے پاس ساٹھ فٹ کا مینار بنانے کے پیسے آئے اور نہ ہم نے بنایا جب اللہ کریم دے دیں گے تو اسی وقت بن جائے گا آپ کو پسند نہیں آتا تو آپ میں ہمت ہے تو آپ بنا دیں ہمیں پیسے نہ دیں پھر سارے مل کر مینار بنا دیں بھائی ہم سے اس لئے رہ گیا کہ جو تعلیمی ضروریات پھر مدرسے کی عمارتیں پھر وہ اساتذہ پھر بچوں کا اہتمام پھر اس کے ساتھ بچیوں کا شروع ہوگیا پھر اس کا بلکہ میرا اپنا ذاتی جو بچت تھی وہ بھی جو آٹھ دس لاکھ روپے جو اس میں لگ گیا وہ بچیوں کا سیکشن بنانے میں اس میں ادارے کا کوئی پیسہ نہیں لگا وہ سارے میں نے اپنے ذاتی جو پیسے پاس تھے وہ لگا کر بنا دیا کبھی آئیں گے دیکھی جائے گی نہیں آئیں گے نہ سہی لاہور کالج میں نہیں تھی ہماری لیبارٹری وہ بلڈنگ بنی اب اس میں لیبارٹری کا کم ازکم تین لاکھ کا انہیں سامان چاہئے تھا وہ تین لاکھ میں نے پلے سے دیئے وہ سامان آگیا اب دیکھیں گے یہاں ملیں گے یا وہاں ملیں گے یہاں ملنے کی امید کم ہے تو ہمارا سارا نظام جو ہے وہ مالی مشکلات کا شکار رہتا ہے جتنے لوگ کام کرتے ہیں المرشد میں لائبریریوں میں یا اس طرح سے جو سلسلے کا کام جتنے لوگ کرتے ہیں ناظم اعلیٰ سے لے کر المرشد کی اشاعت تک کوئی ایک آدھ ملازم

چپڑاسی یا کلرک ملازم ہے باقی سارے فی سبیل اللہ کرتے ہیں کسی کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی اور نہ کتابوں کے شعبے میں کوئی اتنا پیسہ بچتا ہے کہ کسی کو کوئی تنخواہ دی جائے تو ہمارے ہاں مالی مشکلات جو ہیں وہ عموماً" ان باتوں سے مانع رہتی ہیں اس لئے کہ ہم کوئی وہ اس طرح کا نہیں کرتے کہ کوئی جشن منائیں دیگیں پکائیں پیسے کمانے کا جو ذریعہ ہے نہ ہم جلوس نکالتے ہیں نہ کوئی دیگ پکاتے ہیں نہ کوئی عرس کرتے ہیں پیسے کیسے آئیں بھائی سیدھے ہاتھ دیتا کوئی نہیں۔ کیوں مولانا؟ تو آپ ہمت کریں تجویز مجھے منظور ہے آپ دوست اپنی کمیٹی بنالیں ہمیں پیسے نہ دیں مل کر دوستوں سے چندہ کر کے مینار بنا دیں یار کوئی کام آپ بھی کر دیں سارا مجھی کو کرنا ہے چونکہ محض تجویز کرنا آسان ہوتا ہے اور کام کرنے میں کافی ہمت لگتی ہے کہنے اور کرنے میں بڑا فاصلہ ہوتا ہے۔ چونکہ لوگوں کو یہ ہوتا ہے کہ ہمارے مقامات بہتر اور صحیح ہوتے ہیں تو اچھی بات ہے میرے خیال میں آخری جمعے پہ زیادہ ساتھی ہوں گے تو آپ ساتھی جمع ہو کر ایک مینار کمیٹی بنائیں اور یہ منیار تو ہم کو بنا کر دے جائیں یعنی ایک چھوٹا سا حصہ تو آپ بھی بنا دیں ہمیں پتہ ہو کہ یہ ساتھیوں نے خود بنا دیا ہے ہماری کوئی نہیں لگی۔

**سوال:۔** یہ بانڈ جو ہے یہ حرام ہوتا ہے؟

**جواب:۔** تجارت کے جو مختلف اصول ہیں اس میں آجاتا ہے نا۔

**سوال:۔** زندگی کے ہر شعبے سے متعلق عوام الناس کو اسلام کی برکات دوسرے نظام سے موازنہ کر کے سمجھانے کی ضرورت ہے؟

**جواب:۔** بہت زیادہ ضرورت ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ہم عام آدمی کو اسلام کے سیاسی نظام اور مغربی سیاسی نظام سے بھی روشناس کرائیں ہمارے سارے نظام اور ساری حکومت کا مدار سیاسی نظام پر ہے جس میں اچھے بھلے دین دار لوگ بھی اگر کرتے ہیں تو صرف یہ کہ جناب یہ نظام اچھا نہیں ہے ہم اس میں ووٹ نہیں دیتے ہم اس میں آگے نہیں جاتے جس کا کوئی فائدہ نہ دین کو ہوتا ہے اور نہ دین داروں کو جس کے نتیجے میں بے دینوں کو اور آزاد اور کھلا میدان مل جاتا ہے جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں کوئی انہیں روکنے والا نہیں ہوتا۔ تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مقابل میں اسلام کا سیاسی نظام کیا ہے اسلام انسان کے سیاسی حقوق کو کس طرح لیتا ہے کس آدمی کو سیاسیات میں کہاں تک جانے کی اجازت دیتا ہے امیر کو یا سلطان کو یا وزیر کو کیا اختیارات دیتا ہے کس حد تک وہ جا سکتا ہے کہاں اسے رک جانا چاہئے اور کس طریقے سے امیر کا انتخاب ہونا چاہئے اس کی کیا شرائط ہیں بندہ کیسا ہونا چاہئے ووٹ دینے کی کیا شرائط ہیں رائے دینے کی کیا شرائط ہیں تو یہ سارا ایک متبادل نظام ہے ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارا عام شہری مروجہ سیاسی نظام کو بھی نہیں جانتا یعنی اگر سیاسی شعور کی بات کی جائے تو سب سے زیادہ کمی جو ہے اس وقت روئے زمین پر بحیثیت قوم مسلمانوں میں ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سیاسی اعتبار سے مسلمان مار کھا رہے ہیں اور غیر مسلم طاقتوں نے انہیں کھلونا بنایا ہوا ہے اس لئے کہ اس شعبے کو یہ جانتے بھی نہیں اور جسے کوئی نہ جانتا ہو اس میں وہ مار ہی کھائے گا۔

تو پچھلے دنوں ایک بزرگ ساتھی یہاں تشریف لائے تھے اس موضوع پر ان کی میرے ساتھ لاہور بھی بات ہوئی تھی اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے دو ہفتے کا ایک کورس بنایا ہے کہ سیاسی شعور ایک مسلمان کو کس طرح سے ہونا چاہئے وہ ہم نے ایک کورس بنایا ہے جس کے بارہ یا کتنے لیکچر ہیں تو ہم دو ہفتے کا کورس کراتے ہیں اور وہ بندہ آگے بتانے کے قابل ہو جاتا ہے میں نے کہا بسم اللہ آیئے یہاں تو کچھ لوگ قابو آئے ہوئے ہیں انہیں تو آپ پڑھا لیجئے تو وہ جمعے کو دو دن بعد میں آنے کا کہہ

کر گئے تھے ابھی آئے نہیں شاید آجائیں تو ممکن ہے وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایک گھنٹہ روز دے دو میں نے کہا دے دیں گے آپ اس کے بعد بھی آئیں ہمیں ہمارے پاس کلاسز ہوتی ہیں یا ساتھی آتے رہتے ہیں ہم آپ کو اہتمام کر دیں گے کہ دو ہفتے آپ پنڈی لگالیں کیمپ دو ہفتے لاہور لگا لیں دو ہفتے کا انتظام کر دیں گے جہاں جہاں ہمارے دفاتر اور دارالعرفان موجود ہیں تو آپ کیجئے ماشا اللہ واقعی اس کی ضرورت ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس شعبے پہ مستقل کام کیا جائے اور کچھ لوگوں کو یہ ذمہ داری دی جائے کہ وہ جو ہمارے کچھ احباب ہیں انہیں ٹرینڈ کریں وہ آگے کم ازکم جماعت کے ساتھیوں کو ایک شعور دیا جائے کہ مروجہ سیاسی نظام کیا ہے کس طرح اپریٹ ہوتا ہے اس کے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں اس کے مقابلے میں دینی اور شرعی سیاسی نظام کیا ہے اور دین سیاست کو کس انداز سے لیتا ہے اور اس میں کس طرح سے ہماری مداخلت ہونی چاہئے اور پھر اس کے اثرات جو ہیں وہ قوم کو یا انسانیت کو کیا موصول ہوتے ہیں تو امید ہے انشا اللہ وہ بزرگ تشریف لے آئیں گے اس کی بسم اللہ یہاں سے ہو جائے گی اور پھر ہم چاہتے ہیں کہ اسے پوری جماعت کی سطح پہ کر کے پھر ساتھی جو ہیں وہ عام لوگوں تک اس شعور کو پہنچائیں۔

میں نے وہ کورس پڑھا نہیں وہ لائے تھے ان کے پاس وہ پرنٹیڈ ہے وہ لائے تھے لیکن میرے پاس فرصت نہیں تھی پڑھنے کی میں نے وہ کرنل صاحب کے سپرد کیا اور انہوں نے اس کے ہیڈنگز دیکھے اور بتا رہے تھے کہ ان کے جو لیکچرز کے ہیڈنگز ہیں بارہ ہیں یا چودہ ہیں وہ انہوں نے دیکھ کر پسند کیے تھے کہ اس موضوع پر بات ہونی چاہئے اب وہ آئے گا دیکھیں گے وہ پڑھا لکھا آدمی ہے آدمی اچھا ہے پڑھا لکھا آدمی ہے بزرگ آدمی ہے اسی پچاسی سال عمر ہے ساری عمر پڑھنے پڑھانے میں لگائی ہے اس کی تو یقیناً کوئی بنیاد ایسی ہوگی جب آئیں گے تو سامنے آجائیں گے۔

اسلام کے سیاسی نظام کو جانے دیجئے ہماری مصیبت یہ ہے کہ جس سیاسی نظام کے تحت ہم جی رہے ہیں ہمیں اس کا بھی نہیں پتہ ایک عام آدمی کو مروجہ سیاسی نظام کا بھی کوئی پتہ نہیں اس لئے تو مار کھا جاتے ہیں اس میں کس طرح حصہ لینا ہے اسے کس طرح سے استعمال کرنا ہے کس کے ساتھ کیا کرنا ہے وہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ بھی ہمیں سمجھ نہیں جب نتیجہ بن جاتا ہے کوئی بلا سر پہ بیٹھ جاتی ہے پھر سمجھ آتی ہے یار یہ کیا جھک ماری اب جتنی یعنی اکثریت نے ووٹ دیے موجودہ حکومت کو اب وہی اکثریت چلا رہی ہے کیوں چلا رہے اس لئے کہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ کیا کر رہے ہیں اگر سیاسی شعور ہوتا ہے اور انہیں پتہ ہوتا کہ اس ہمارے اس کام کے یہ نتائج آئیں گے اور اس کا یہ اثر ہوگا تو کیوں کرتے سیاسی شعور کی کمی ہے نا لوگ سمجھتے نہیں۔ تو یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے دین اسلام ہمیشہ حاکم ہو کر رہتا ہے محکوم ہو کر اسلام اسلام نہیں رہتا۔ اسلام کے مزاج میں محکوم ہونا ہے ہی نہیں اس لئے کہ یہ اسلام احکام الٰہی ہیں اور اللہ کے احکام کسی کے تابع نہیں ہوتے خود اللہ جو ہے اس کی حاکمیت کا اعلان کرتے ہیں بندے سارے جو ہیں وہ اپنی اپنی جگہ کا رکن ہی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صدر ہے یا امیر ہے تو وہ بھی ایک کارکن ہے اس کی ذمہ داری الگ ہے اس کی وہ سٹیٹس الگ ہے یا ایک سپاہی ہے تو وہ بھی ایک کارکن ہے اس کی ذمہ داری الگ ہے ذمہ داری کے برابر اس کا سٹیٹس ہے لیکن اسلام میں کسی شخص کی ذاتی رائے کا یا ذاتی حکومت کا یا اس کا تصور نہیں ہے حکومت اللہ کی ہوتی ہے دین کی ہوتی ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

باقی صفحہ = ۳۷ پر